۸۶/۹۲ ے

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

اَنْوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوف و عرفان کا جامع سہ ماہی رسالہ ۰

بابت ماہ مئی تا اگست 2007
مطابق ماہ ربیع الثانی تا رجب ۱۴۲۸ھ
جلد۲......شمارہ نمبر 5

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)
بنگلور
3/28 1st Cross, V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore - 560 003
Karnataka State (India)
Contact : 23444594
Please Visit our Website : www.internationlsuficentre.com

انوارالصوفیہ
بنگلور

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ - ایڈیٹر	4
۲	مناجات پروردگار	5
۳	نعتیہ اشعار - حضرت امام زین العابدینؓ	7
۴	آیات قرآنی -شان حبیب الرحمانی - ازمفتی احمد یار خان	8
۵	کتاب الایمان - حدیث شریف	16
۶	دیوان حافظ - ازحضرت حافظ شیرازیؒ	24
۷	گلستان سعدی - ازمولانا شیخ سعدیؒ	29
۸	بوستان سعدی- ازمولانا شیخ سعدیؒ	42
۹	تذکرہ الاولیاء - ازحضرت فریدالدین عطارؒ	49
۱۰	فتوح الغیب - ازحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	62
۱۱	فیض صحبت اولیاء، ازمولانا ڈاکٹر سید عثمان قادری	69
۱۲	معارف شمس تبریز - مرتب حکیم محمد اختر صاحب	70
۱۳	تصوف وطریقت میں شریعت کی اہمیت ازمولانا قاضی سید شاہ اعظم صوفی قادری	74
۱۴	عبادت وعبودیت، ازمولانا ڈاکٹر سید غوث علی سعید احمد حنبلی	85

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیاں

(1)	مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ	صدر
(2)	جناب اے۔اے۔خطیب	مینجنگ ٹرسٹی۔
(3)	جناب محمد کمال الدین	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	جناب خلیل مامون	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغراض و مقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت عوام کو بہرور کرنا

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا۔

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ رب العزت کا فضل عظیم اور حبیب خدا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں پانچواں رسالہ پیش کررہے ہیں۔ ادارہ بارگاہ یزدی میں بصمیم قلب واحترام ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا — او نشیند در حضور اولیاء

چو شوئی دور از حضور اولیاء — در حقیقت گشتہ دور از خدا

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اولیاء کے ساتھ بیٹھے اور اگر تم اولیاء کی صحبت سے دور ہو تو دراصل تم خدا سے دور ہو گئے ہو۔

نخورد از عبادت براں بے خرد — کہ باحق نیکو بود با خلق بد

وہ شخص اپنی عبادت کو جزاء پانے کی امید کو نکر کرسکتا ہے کہ جو خدا کے ساتھ ادب سے پیش آتا ہے لیکن اس کے بندوں کے ساتھ بے ادبی و گستاخی سے۔

دین اسلام سلامتی وعافیت کا اور ایمان وامن کا ترجمان ہے۔ آقائے دو جہاں سارے جہانوں کے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں، آپ کی تعلیمات، محبت واخوت، اخلاق ورواداری، اخلاص وبے لوثی، راستی وراست بازی، خدمت خلق وانسانیت اور بندگی خدا ترسی سے عبارت ہے۔

یہ فتنہ کا دور ہے، ایسے دور میں ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ صحیح تعلیمات اسلام حاصل کرے اور عمل پیرا ہو اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مذہبی جذبات اور صحیح تعلیمات اسلام عالم انسانیت تک پہنچائے تا کہ دنیا میں امن وامان ہو۔ الحمدللہ ادارہ ہر ماہ کے آخیر اتوار دارالسلام کوئنیس روڈ بنگلور میں ماہانہ جلسہ کرتا آرہا ہے جس میں پیر طریقت اور علمائے دین تصوف پر بصیرت افروز خطاب فرماتے ہیں۔ بفضل تعالیٰ اس ماہ پینتیسواں جلسہ منعقد کیا گیا۔

ادارہ اپنے اردو رسالہ "انوار الصوفیہ" کے علاوہ انگریزی میں دو ماہی "Sufi World" باقاعدہ شائع کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ دو مستند کتابیں "Islam & Sufism" اور "Hazrath Al Ameen Al Sadiq" "(سیرت پاک) شائع کی گئیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے ماہانہ پروگرام میں برادران اسلام کے علاوہ غیر مذاہب کے دانشور حضرات شرکت کررہے ہیں، پروگرام میں تعلیمات اسلام کی وضاحت سے متاثر ہو کر ایک پروفیسر صاحب دین اسلام قبول فرمائے الحمدللہ۔

ادارہ کی ترقی کیلئے آپ کی دعاؤں اور تعاون کا خواستگار

اے اے خطیب

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات پروردگار

از: جناب محبوب ولی صاحب اردونشی

سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے
جز تیرے بے کسوں کو ہے کون جو سنبھالے
تو چاہے جان دیدے تو چاہے جان لے لے
کوئی کسی کو کیا دے کوئی کسی سے کیا لے

سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے

ہر سمت ہے اندھیرا بھٹکے قدم نہ اپنے
اے رحمتِ الٰہی ہمکو گلے لگا لے
ایماں رہے سلامت ہر حال میں ہمارا
چاہے زمانہ ہمکو ہر طرح آزما لے

سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے

ہے آبرو ہماری مالک تیرے حوالے
نہ سر جھکے کسی کو محتاج کر کسی کا

دنیا میں نہ کسی کو محتاج کر کسی کا
بھٹکے نہ کوئی طوقِ لعنت گلے ڈالے
سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے

کلمہ رہے زباں پر سجدے میں سر ہو اپنا
اُس حال میں جہاں سے یا رب ہمیں اٹھا لے
طوفاں چلے یا آندھی ثابت قدم رہیں ہم
جینے کا حوصلہ دے اے جان دینے والے
سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے

پہنچے گی عرش تک جو نکلی صدا ہماری
سب دکھ بھرے بشر ہیں ہر ایک زباں پہ نالے
سن لے دعا ہماری اے دو جہاں والے
جز تیرے بے کسوں کو ہے کون جو سنبھالے
سن لے دعا ہماری اے دو جہان والے

نعتیہ اشعار

☆

منظوم اردو ترجمہ

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
از: حضرت علامہ قاضی سیدشاہ اعظم علی صوفی اعظم القادری

اِنْ نـلْـتِ یاَ رِیحَ الَّصَبا یَو مًا اِلٰی اَرْ ضِ الْحَرَمْ	گرہو گزر بادِ صبا ! تیرا سوئے ارض حرم
بَلِّـغْ سَلَامَتِیْ رَوْ ضَۃً فِیْهَـا الـنَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ	پہنچا سلام اس روضہ پر جس میں نبی ہیں محترم
مِنْ وَجْهَہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مِنْ خَدُّہٗ بَدْ رُ الدُّ جٰی	رخ آپ کا شمس الضحیٰ ، روپ آپ کا بدرالدجیٰ
مَنْ ذَا تُـہٗ نُـوْ رُ الْهُـدٰی مِنْ کَفُّـہٗ بَحْـرُ الْهِمَمْ	ذات آپ کی نور الہدیٰ دست آپ کا بحرِ ھمم
یَـا لَیْتَـنِـیْ کُـنْـتُ کَمَنْ یَتْبَعْ نَبِیًّا عَـالِمًـا	اے کاش مجھ کو پیروی سنت کی ہو جائے نصیب
یَـوْ مًـا وَّ لیلا دآئِمًـا وَارْزُق کَـذَالِیْ بِالْکَرَمْ	دن رات ہمیشہ مجھ پر آقا کیجئے ایسا کرم
اَکْبَـا دُنَـا مَـجْرُوْ حَۃٌ مِنْ سَیْفِ هِجْرِالْمُصْطَفٰی	ہجر نبی کی تیغ سے زخمی ہمارے ہیں جگر
طُـوْ بٰـی لِاَهْـلَ بَـلْـدَۃٍ فِیْهَـا الَّنِبُّی الْمُحْتَـرَمْ	ہو شہر والوں کو خوشی جس میں نبی ہیں محترم
لَسْـــتُ بِــرَا جٍ مُــفْــرَدًا بَلْ اَقْــرَ بَــا ءُ کُلِّهِمْ	میری نہیں اک بلکہ سارے اقرباء کی قبر میں
فِیْ الْـقَبَرْ اِشْفَعْ یَا شَفِیْع بِالصَّادِ وَ النُّوْ دُ وَ الْقَلَمْ	کیجئے شفاعت صاد اور نون و قلم کی ہے قسم
یَـا رَحْـمَۃً لِـلْـعٰـلَمِیْـنَ اَنْـتَ شَـفِیْعَ الْمُذْنَبِیْن	ہیں رحمۃ للعالمیں ! آپ ہی شفیع المذنبیں
اَکْـرَمْ لَـنَا یَوْ مَ الْحَزِیْن جُوْ دًا وَّ فَضْلًا وَّالْکَرَمْ	روز حزیں کرنا ذرا ہم پر نوازش اور کرم
یَـا رَحْـمَۃً لِـلْـعٰـلَمِیْـن اَدْرِکْ لِـذَیْـنَ الْـعَـا بِدِیْن	اے رحمتِ عالم سنیں ! فریادِ زین العابدیں
مَـحْـبُوْ سُ اَیْـدِی الـظّٰلِمِیْنَ فِی الْمَوْکِبِ وَالْمُزْدَحَمْ	ہے ظالموں کی قید میں وہ مبتلائے دردوغم

جس طرح دنیا میں رکھی ہے اعظم صوفی کی لاج
کل حشر میں بھی یا نبی رکھ لیجئے اس کا بھرم

آیات قرآنی۔ شانِ حبیب الرَّحمان

از مفتی احمد یار خان صاحب

آیت نمبر ۱۷: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۹) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں، اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنے گناہ معاف کرانے کا طریقہ بتایا جارہا ہے مگر اس سے شان مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر ظاہر ہورہی ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہ اس آیت میں توبہ قبول ہونے کی تین شرطیں بیان ہوئیں۔ اولا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری، دوسرے اپنے گناہ سے وہاں جاکر توبہ کرنا تیسرے حضور علیہ السلام کا شفاعت فرمانا۔ اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بھی نہ پائی جاوے تو قبول توبہ کی امید نہیں۔

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اولاً تو یہ کہ حضور علیہ السلام بارگاہ الٰہی کے وکیل مطلق یا مختار عام ہیں کیونکہ گناہ تو کیا یارب مگر جاؤں کہاں۔ محبوب علیہ السلام کی خدمت عالی میں جیسے جرم تو کیا حکومت کا مگر جاؤں کہاں؟ وکیل یا مختار عدالت کے پاس۔ بغیر وکیل کے دنیاوی کچہری میں کچھ بوجھ نہیں اور عدالت الٰہیہ میں بغیر محبوب ﷺ کچھ پوچھ گچھ نہیں۔ اسی لئے نماز میں حضور علیہ السلام کا نام ضرور آتا ہے

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو — واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

دوسرے یہ کہ دروازہ مصطفٰے علیہ السلام دروازہ الٰہی ہے۔ اگر فقیر کو مانگنا ہو تو چھت پر یا مکان پیچھے

کھڑے ہوکر نہیں مانگتا بلکہ دروازے پر آکر بھیک مانگتا ہے، اسی طرح جب خدا سے مانگنا ہو تو خدا کے دروازے یعنی بارگاہ مصطفیٰ میں آکر جو کچھ پروردگار کی طرف سے ملے گا اسی دروازے اور ان ہی ہاتھوں سے ملے گا۔

بخدا خدا کا یہ ہی ہے در نہیں اور کوئی مضر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

تیسرے یہ کہ شفاعت کے لئے مدینہ پاک میں حاضری ضروری نہیں اسی لئے فی المدینہ نہیں فرمایا گیا جہاں بھی قلب سے اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ ہر دل ان کی جلوہ گاہ ناز ہے۔

سنا ہے رہتے ہیں آقا مدینے میں   غلط ہے رہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینے میں

چوتھے یہ کہ یہ حکم حاضری قیامت تک کے مجرموں، گنہگاروں کے لئے ہے۔ فقط زندگی کے زمانے سے خاص نہیں کیونکہ کلمئے اذغام ہے اسی لئے عالمگیری کتاب المبین میں فرمایا کہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہو تو یہی آیت پڑھے، تفسیر المدارک اور خزائن العرفان میں ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور یہ آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ ہم نے یہ حکم سنا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اللہ سے بخشش چاہنے آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میرے گناہ کی بخشش رب سے کرائے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس واقعہ اور آیت سے چند مسائل فقہیہ بھی معلوم ہوئے۔

خدا کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے (۲) قبر بزرگان پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے اور جاءوك میں داخل ہے، (۳) بعد وفات کے مقبول بندوں کو یا کے ساتھ پکارنا جائز ہے (۴) مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں جن کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے شامی کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حاجت کے وقت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کرتا ہوں (۵) یہ کہ ظلموا سے معلوم ہوا کہ کی طرح کا مجرم ہو، کافر ہو، منافق ہو، گنہگار ہو، کوئی ہو اگر صدق دل سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آ کر توبہ کرے تو رحمت الہی دستگیری کرے گی۔ حضور علیہ السلام اس سمندر کی طرح پاک فرمانے والے ہیں کہ کیسا ہی گندہ آدمی آ کر غوطہ لگائے پاک ہو جاتا ہے اور مدینہ پاک کا وہ شفاخانہ ہے کہ کسی بیمار سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تیرا علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہر بیمار کو حکم عام ہے، کہ چلے آؤ اور منہ مانگی مراد پاؤ ﷺ

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو   تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

آیت ۱۸: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔(پارہ ۵ سورۂ نساء رکوع ۹) تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔ اس آیت پاک میں مسلمان بننے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے اور مسلمان کی پہچان بتائی جا رہی ہے مگر اس نعت مصطفٰے ﷺ کے وہ پھول کھلے ہوئے ہیں جن سے دماغ ایمان معطر ہو جاتا ہے۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ ایک پہاڑ سے پانی آتا تھا جس سے اہل مدینہ اپنے اپنے باغوں کو پانی دیتے تھے اس پانی دینے پر ایک انصار کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہو گیا معاملہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پہلے پانی دے کر پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑو، (زبیر کا باغ اوپر کی طرف تھا) اس پر انصاری کو ناگوار گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں (یعنی

اس فیصلہ میں ان کی رعایت کی گئی ہے قرابت کی وجہ سے) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے محبوب اس وقت تک کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے ہر جھگڑے میں آپ کو حکم نہ مانے۔ اور آپ کے ہر حکم پر دل سے راضی نہ ہو جائے۔

فقیر حقیر اپنے محبوب کا نعت خواں احمد یار خاں عرض کرتا ہے اس آیت کا پہلا کلمہ یعنی و ربک تمہارے رب کی قسم اس پر قدرت پر لطف ہے کہ پڑھ کر وجد طاری ہوتا ہے رب نے اپنی قسم فرمائی مگر اپنا نام ظاہر نے فرمایا۔ اللہ یا والرحمان نہ فرمایا بلکہ اپنا ذکر محبوب کے ساتھ فرمایا ہے اے پیارے تیرے رب کی قسم اے محبوب ہم کو تمہارے پروردگار کی قسم قربان جاؤں کیا کلام ناز ہے اور کیا نرالہ انداز، اس ناز والے محبوب کے صدقے ان کے رب کریم کے قربان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اس طرز کلام کا لطف وہی پاوے گا جو کہ اس محبت سے آشنا ہو۔ اب فرمایا جارہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں تمغہ ایمانی وہی پاویگا جو کہ تمغہ غلامی رکھتا ہو۔

تجھ سے دردر سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت   میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے   حشر تک میرے گلے میں رہے پٹہ تیرا

سچ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی سچی اطاعت ہی کا نام عبادت ہے یہ ہی ریاضت ہے

تیرے رستے میں مرمٹنا شہادت اس کو کہتے ہیں   ترے کوچہ میں ہونا دفن جنت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا   تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

جو شخص حضور علیہ السلام کے فیصلے کے ہوتے ہوئے اپنی رائے کو دخل دے وہ بے دین ہے اب اس وقت علماء کا فیصلہ اور قرآن واحادیث وفقہ کے احکام حضور علیہ السلام ہی کا فیصلہ ہے ایک منافق اور یہودی میں کچھ جھگڑا ہوا تھا یہودی حق پر منافق جھوٹا، فیصلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور یہودی کے لئے فیصلہ ہوگیا مگر منافق راضی نہ ہوا صدیق کے پاس فیصلہ گیا، انہوں نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا پھر بھی منافق راضی نہ ہوا، فاروق اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

یہودی نے عرض کیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضور علیہ السلام فرما چکے اور صدیق اکبر بھی۔ مگر یہ شخص راضی نہیں ہوتا۔ فاروق اعظمؓ نے منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جو حضور علیہ السلام کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ ہے۔ اسی دن سے آپ کا لقب ہوا فاروق یعنی حق و باطل میں فرق فرمانے والے رضی اللہ عنہ، یہ اس آیت کی تفسیر ہے

آیت۱۹: مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (پارہ۵ سورہ نساء رکوع ۱۰) جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے مُنہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کو بچانے کو نہ بھیجا۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی نعت شریف ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہماری اطاعت کی اس نے رب کی اطاعت کی، اس پر بعض منافقین نے کہا کہ حضور علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ کو رب مان لیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے رب مانا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور محبوب علیہ السلام کی تصدیق فرمادی گئی، اس سے چند فائدے حاصل ہوے، ایک تو یہ کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم کو شرک سمجھنا منافقوں کا کام ہے، تعظیم اور ہے عبادت کچھ اور، ہر تعظیم عبادت نہیں، دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی میں تقرب خاص حاصل ہے جو بندہ غلام مصطفےٰ ہے وہی حقیقۃً عبداللہ ہے۔ مثنوی فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد　　　جملہ عالم را بخواں قُل یا عبادِ

تیسرے یہ کہ اطاعتِ الٰہی پہلے سے اطاعت مصطفےٰ علیہ السلام کرنی پڑتی ہے، اس لئے کہ یہاں حضور علیہ السلام کی اطاعت کو پہلے بیان فرمایا اور شرائط بنا کر بیان فرمایا اور اطاعت الٰہی کو جزا بنا کر بعد میں ارشاد فرمایا اور بات ہے بھی یوں ہی، جب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! تم پر اللہ نے پانچ نمازیں فرض فرمائیں اور قرآن کی یہ آیت پاک ہم پر نازل فرمائی، پہلے ہم اس

حکم کو مانیں گے۔ یہ اطاعت حضور علیہ السلام کی ہوئی، پھر نماز ادا کی اور اطاعت الٰہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کا نام پاک **لا الہ الا اللہ** ۔ کے بعد ہے مگر ایمان میں حضور علیہ السلام پر ایمان لانا مقدم، جب محمد ہوئے رسول اللہ تک کھلا **لا الہ الا اللہ** حضور علیہ السلام کو بغیر مانے اللہ کو مان لیا موحد ہی نہ ہوا جیسا کہ سکھ، عیسائی، آریہ۔

وہ جس کو ملے ایمان ملا ۔ ایمان تو کیا رحمان ملا

قرآن بھی جب ہی ہاتھ آیا جب دل نے وہ نور ہدیٰ پایا

تیسرے یہ کہ مخلوق الٰہی میں کسی کی اطاعت کرنا ضروری نہیں، بجز اطاعت مصطفیٰ ﷺ کے اگر ماں باپ عالم شیخ وغیرہ کی اطاعت کی جاتی ہے تو محض اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا۔ شروع مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حبیب اللہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ قیامت کب ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ یہ سوالات صحابہ کرام کے مجمع میں ہوئے اور حضور علیہ السلام نے جوابات دئے مگر خود حضرت جبرائیل نے ہی صحابہ کرام سے نہ فرمایا کہ ایمان یہ ہے، اسلام یہ ہے، اور نماز اس طرح پڑھو، کیونکہ وہ جانتے تھے میرے کہنے سے ان مسلمانوں پر کوئی بات تم پر لازم نہ ہوگی، ہاں جب زبان محبوب سے ادا ہوگی تو وہ حکم شرعی بنے گی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقط پیغام پہنچانے والے نہیں ہوتے یہ کام تو حضرت جبرائیل کا ہے بلکہ وہ حضرات حکومت الٰہیہ کے وزیر اور احکام الٰہیہ کو جاری فرمانے والے ہوتے ہیں اسی طرح عالم فقیہ اور محدث کو سمجھو کہ محدث حدیث کا پہنچانے والا اور عالم فقیہ اس کو پہنچانے والا اور جاری کرنے والا۔ دوسری آیت میں اسی لئے ارشاد ہوا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ یہاں اطاعت میں تین ذاتوں کا ذکر ہوا اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور امر والوں کی

یعنی علماء کی اسی لئے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام خلیفۃ اللہ اور علما کرام نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آیت ۲۰ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ پارہ ۱۵ سورہ نسار رکوع ۱۷) اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور سکھایا تمکو جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پڑا فضل ہے یہ آیت کریمہ حضور علیہ السام کی بہت سی صفات عالیہ کو فرما رہی ہے اول تو یہ کہ آپ پر کتاب یعنی قران کریم اتارا دوسرے حکمت آپکو عطا فرمائی تیسرے آپکو علم غیب بتایا چوتھے یہ کہ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ کتاب اور حکمت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ اسلام کے ارشاد یعنی احادیث پاک بھی وحی الہی ہیں ہاں یہ قرآن کریم وحی ظاہری ہے اور اس کے مضمون سب وحی ہے اور احادیث پاک وحی خفی یعنی مضمون تو وحی اور الفاظ پاک محبوب کے اسی لئے احادیث سے احکام تو حاصل ہوتے ہیں۔ نیز حدیث پاک سے قران پاک کا نسخ ہوسکتا ہے سجدہ تعظیمی غیر اللہ کے لے جائز ہونا قرآن سے ثابت ہے مگر احادیث سے منسوخ۔ اسی طرح قرآن پاک سے معلوم ہوا کہ ہر وفات پانے والے کی میراث اس کے ورثہ لیں گے، مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام نہ کسی اہل قرابت کی میراث لیں اور نہ کسی کو ان کی میراث ملے۔ غرضکہ حدیث پاک بھی وحی الہی ہے، ورنہ کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر کیوں ہے تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حکمت سے سنت مراد ہے (پارہ آول آیت) پھر معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے جہاں آپ کو اور صفات عطا فرمائے وہاں علم غیب بھی عطا فرمایا۔ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ صرف فلاں کا دیا فلاں کا نہیں بلکہ فرمایا مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، جو کچھ کے آپ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا معلوم ہوا کہ ذرہ ذرہ

کا علم آپ کو مرحمت ہوا۔ رب فرماتا ہے کہ ہم نے سب چیزوں کا علم دے دیا اور محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے لے لیا۔ دینے والا رب دے لینے والا محبوب لیں پھر کون ہے جو اس ربی عطیہ کو چھین لے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق وزہق الباطل میں دیکھو پھر فرماتا ہے کہ محبوب آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ جب کہ رب تعالیٰ اس کو فضل عظیم فرما رہے ہیں تو کس کی مجال ہے کہ اس فضل و کرم کا اندازہ لگا سکے جو کہ حضور علیہ السلام پر ہے رب العالمین نے اپنی صفت بیان فرمائی **وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ** اور حضور علیہ السلام کے اخلاق پاک کو عظیم فرمایا۔ **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ**۔ یہاں اللہ کے فضل کو جو حضور علیہ السلام پر ہے عظیم فرمایا اور دنیا کی ساری نعمتوں کو فرمایا قلیل یعنی تھوڑا، **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ**، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اسی طرح رب کی دی ہوئی عظمتِ مصطفےٰ علیہ السلام بھی مخلوق کے علم سے باہر ہے اسی لئے بردہ میں فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو خدا یا خدا کا فرزند نہ کہو، باقی جو عظمت چاہو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرو، کیونکہ حضور علیہ السلام کے فضائل و کمالات کی کوئی حد ہی نہیں کہ جس کو کوئی بولنے والا اپنے منہ سے بیان کر سکے۔ از اول تا آخر روز قیامت حضور علیہ السلام کی نعت اور اوصاف ملائیکہ نے، پیغمبروں نے، انسانوں نے بیان کئے۔ مگر حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے صفات حد سے باہر۔ رب کی حمد احمد ہی کر سکتے ہیں اور محمد کی صفت حامد رب العالمین ہی فرما سکتا ہے۔ ہم نہ رب کی حمد کر سکیں اور نہ کماحقہٗ نعتِ رسول علیہ السلام۔

محمدؐ کی صفت پوچھو خدا سے خدا سے پوچھو شانِ محمدؐ

☆☆☆

کتاب الایمان ....حدیث شریف

باب۔۳۸۔جس شخص کا دامن بوقت مرگ شرک سے پاک ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

۵۸۔حدیث۔عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کے اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتا تھا وہ جہنم میں جائے گا۔(عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں)اور میں کہتا ہوں جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اس کا دامن شرک سے پاک ہو وہ جنت میں جائے گا۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۲۳ الجنائز باب فی الجنائز ومن کان آخره کلامه لا اله الا الله

۵۹۔حدیث ابو داؤدؓ حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس رب کی طرف سے ایک پیغامبر آیا اور اس نے مجھے خبر دی یا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے خوشخبری دی کہ میری امت میں سے جو شخص س حالت میں مرے گا کہ اس کا دامن شرک سے پاک ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا: کہ خواہ اس نے زنا اور چوری کا ارتکاب کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں خواہ اس نے زنا یا چوری جیسا جرم بھی کیا ہو۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۲۳ الجنائز باب فی الجنائز ومن کان آخره کلامه لا اله الا الله

۶۰۔حدیث ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ سفید چادر اوڑھے محو خواب تھے چنانچہ میں دوبارہ حاضر ہوا اب آپ بیدار ہو چکے تھے (اس موقع پر) آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اسی پر قائم رہتے ہوئے مر گیا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا خواہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں خواہ وہ چوری یا زنا کا مرتکب ہوا ہو۔ میں نے پھر استعجابا عرض کیا کہ کیا واقعی خواہ اس

نے زنا اور چوری کا ارتکاب کیا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں: خواہ زنا اور چوری جیسا جرم کیا ہو، میں نے سہ باری یہی الفاظ دہرائے کہ خواہ چوری یا زنا کا مرتکب ہوا ہو، آپ نے فرمایا: ہاں خواہ زنا اور چوری کا مرتکب ہوا ہو اور خواہ امر ابوذرؓ کے لئے کتنا ہی پریشان کن کیوں نہ ہو (علیٰ رغم انف ابی ذر) حضرت ابوذرؓ جب بھی یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے، **وان رغم انف ابوذر** (خواہ ابوذر اپنی ناک خاک آلود کرلیں) ضرور کہا کرتے تھے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۷۷ اللباس باب ۲۴ الثياب البيض

باب۳۹: کافر اگر زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ ادا کردے تو اس کا قتل حرام ہو جاتا ہے۔

۶۱۔ **حدیث مقداد بن الاسودؓ** (مقداد بن عمرو کندی بھی یہی ہیں) حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میرا کسی کافر سے سامنا ہو جائے اور ہم ایک دوسرے سے باقاعدہ جنگ کریں جس میں وہ میرے ایک ہاتھ پر اپنی تلوار مار کر میرا ہاتھ کاٹ دے پھر وہ کسی درخت کی اوٹ میں چلا جائے اور کہے کہ میں اللہ کے سامنے سرِخم تسلیم کرتا ہوں (اسلام قبول کرتا ہوں) یارسول اللہ! کیا اس کے ایسا کہنے کے بعد میں اسے قتل کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم اسے قتل نہ کرو، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے اور ہاتھ کاٹنے کے بعد یہ الفاظ کہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کچھ بھی ہو تم اسے ہرگز قتل نہ کرو، اور اگر تم اسے قتل کروگے تو وہ اس مقام پر ہوگا جس پر اسے قتل کرنے سے پہلے تم تھے۔ اور تم اس مقام پر ہو جس پر کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** کہنے سے پہلے وہ تھا

اخرجه البخاری فی : کتاب ۶۴ المغازی باب ۱۲ حدثنی خليفه

۶۲۔ **حدیث اسامہ بن زیدؓ** حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں "حُرقہ" کی جانب روانہ کیا اور ہم نے صبح دم ان پر حملہ کرکے انہیں شکست دیدی اور میں اور ایک انصاریؓ جوان اس قبیلہ کے ایک شخص کے پیچھے لگ گئے۔ پھر جب ہمنے اسے گھیر لیا تو اس نے

کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا یہ سنتے ہی انصاری نے تو اس سے اپنا ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد جب ہم واپس آئے اور آنحضرت ﷺ کو اس میرے اس فعل کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا، اے اسامہ تم نے **لا الہ الا اللہ** کہنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا لیکن آپ مسلسل یہی فرماتے رہے کہ تم نے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا۔ آپؐ نے اس فقرے کا اس قدر تکرار فرمایا کہ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ اور آپ کی ناراضگی کا ہدف نہ بنتا۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۹۲ الفتن باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلام فلیس منا

باب ۴۰ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد جس نے ہمارے (مسلمان کے) خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں

۶۳۔ **حدیث عبد الله بن عمر** ۔ حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ہمارے (مسلمان کے) خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں (ہمارے طریقہ پر نہیں ہے)

باب ۴۲۔ رخسار پیٹنا، گریبان چاک کرنا اور زمانہ جاہلیت کے نعرے لگانا حرام ہے

۶۴۔ **حدیث ابو موسی**ؓ حضرت ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

۶۵۔ **حدیث عبد الله بن مسعود**ؓ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے منہ سر پیٹا، گریبان چاک کیا اور زمانے جاہلیت کے فقرے سے بولے اور نعرے لگائے وہ ہم میں سے نہیں (ہمارے طریقے پر نہیں)

۶۶۔ **حدیث ابو موسیٰ**ؓ حضرت ابو موسیٰؓ ایک مرتبہ شدید درد میں مبتلا ہوئے حتی کہ بے ہوش ہو گئے اس حالت میں آپ کا سر مبارک آپ کے اہل بیت میں سے کسی خاتون کی گود میں تھا (اور وہ ہائے وائے اور چیخ و پکار میں مشغول تھی) ابو موسی چونکہ بے ہوش تھے اس لئے عورت کی چیخ و پکار پر کی رد

عمل کا اظہار نہ کر سکتے تھے چنانچہ جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: میں ان سب باتوں سے اظہار بیزاری کرتا ہوں جن سے نبی کریم ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا: رسول اللہ نے (مصیبت میں) چیخ و پکار کرنے والی سر منڈانے الی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اظہار بیزاری فرمایا ہے۔

باب ۴۳۔ غیبت کرنے اور چغلی کھانے کی شدید حرمت کا بیان۔

٦٧۔ حدیث حذیفہؓ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۷۸ الادب باب ۵ مایکره من النمیمة

باب ٤٤ ۔زیر جامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے، کوئی چیز دے کر احسان جتانے اور جھوٹی قسم کھا کر مال تجارت فروخت کرنے کی شدید حرمت اور ان میں تین اشخاص کا ذکر جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائیگا نہ انکی طرف رحمت کی نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

٦٨۔ حدیث ابوھریرہؓ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے: ایک وہ شخص جس کے پاس بحالت سفر اپنی ضرورت سے زائد پانی موجود ہو اور دوسرے مسافر کو دینے سے انکار کر دے۔ دوسرا وہ شخص جس نے امام کی بیعت محض دنیوی اغراض و مفادات کی خاطر کی ہو، چنانچہ امام اگر اسے دنیوی مال و متاع دیتا ہے تو اس سے راضی رہتا ہے اور اگر نہیں دیتا تو ناراض ہو جاتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو بعد نماز عصر (بوقت شام) اپنا سامان تجارت لے کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں میں نے یہ مال اتنے داموں خریدا ہے اور لوگ اسے سچا سمجھ لیتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(۷۷آل عمران): وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک عذاب ہے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۴۲ المساقاة باب ۵ اثم من منع ابن سبیل من الماء

٤٥ بـــاب خودکشی کے سخت حرام ہونے کا اور اس بات کا بیان کہ جو شخص خودکشی کرے گا اسے دوزخ میں اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا جس سے اس نے خود کو ہلاک کیا ہوگا اور اس بات کا بیان کہ جنت میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو دل و جان سے مسلمان ہوں گے۔

٦٩۔ حدیث ابو هریرهؓ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے خود کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی وہ جہنم میں جائے گا اور وہاں بھی مسلسل اسی طرح پہاڑ سے گرائے جانے کے عذاب میں ابدالاباد تک مبتلا رہے گا اور جس شخص نے زہر کھا کر خود کو ہلاک کیا وہ بھی جہنم میں زہر کو ہاتھ میں لئے خود کو اسی زہر سے ہلاک کرتا رہے گا ار ہمیشہ اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا اور جس شخص نے خود کو لوہے کے کسی ہتھیار سے ہلاک کیا وہ جہنم میں بھی وہی ہتھیار ے ہلاک ہاتھ میں لئے مسلسل اسے اپنے پیٹ میں مار کر خود کو ہلاک کرتا رہیگا۔ اور ابدالاباد تک اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۷٦ الطب باب ٥٦ شرب السم والدواء به وبما یخاف منه

۷۰ حدیث ثابت بن ضحاکؓ حضرت ثابتؓ جو کہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کے دستور کے مطابق قسم کھائی تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود کہا (یعنی اسی مذہب کا ہو گیا۔ اور جس چیز پر انسان کو اختیار نہ ہو اس کے متعلق اگر نذر مان لی جائے تو ایسی نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں۔ اور خودکشی کرنے والا اس دنیا میں جس چیز ے خود کو ہلاک کرے گا قیامت میں اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت بھیجنے کا گناہ مومن کو قتل کرنے کے برابر ہے نیز مومن پر کفر کی تہمت لگانے یعنی کافر

کہنے کا گناہ بھی مومن کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۷۸ الادب باب ما ینھیٰ من السباب واللعن

۷۱۔ حدیث ابوھریرہؓ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ معرکہ خیبر میں شریک ہوئے تو آپ نے ایک ایسے شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویدار تھا ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے، آپ کے ارشاد کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص بہت زور شور کے ساتھ کافروں سے جنگ کر کرتا رہا حتیٰ کہ زخمی ہو گیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے جس شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اس نے آج بڑی بہادری کے ساتھ کافروں سے زوردار جنگ کی اور ہلاک ہو گیا یہ سن کر بھی آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا! قریب تھا کہ کچھ لوگوں کو آپ کی اس بات میں شک پیدا ہو جائے کہ اچانک اسی وقت کسی نے کہا کہ وہ مرا نہیں بلکہ سخت زخمی ہے لیکن بعد میں جب رات کو زخموں کی تکلیف برداشت نہ کر سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔ پھر جب یہ اطلاع آنحضرت کو دی گئی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کے جنت میں صرف وہ شخص داخل ہوگا جو دل و جان سے حقیقی مسلمان ہوگا اور یہ کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی فاجر شخص سے بھی اس دین اسلام کی مدد کرواتا ہے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۵۶ الجھاد: باب ۱۸۲ ان اللہ یوء ید الدین با لرجل الفاجر

۷۲۔ حدیث سھل بن سعد ساعدیؓ حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا اور فریقین نے باہم جنگ کی۔ آخر کار آنحضرت ﷺ اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ آئے اور مشرکین اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے آنحضرت کے ساتھیوں میں ایک ایسا شخص تھا جو اگر دشمن کے کسی فرد کو بے موقع تنہا دیکھ پاتا تو اس کا تعاقب کرتا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ اس کی اس کاروائی کو دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آج کی لڑائی میں جس قدر کارنامہ فلاں شخص نے کئے ہیں کسی اور نے نہیں کئے ہیں، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مگر وہ تو دوزخی ہے' آپ کا

ارشاد سننے کے بعد ایک صحابی نے بطور فیصلہ کیا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا، راوی کہتے ہیں کہ یہ صاحب اس کے ہمراہ چل پڑے، جب وہ ٹھہرتا یہ بھی ٹھہر جاتے، اور جب وہ دوڑتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑ پڑتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اسی اثناء میں وہ شخص شدید زخمی ہو گیا اور اس نے خود کو ہلاک کرنے میں جلد بازی سے کام لیا اور تلوار کا قبضہ زمین پر ٹکایا اور تلوار کی نوک اپنی چھاتی میں دونوں پستانوں کے درمیان رکھ کر اپنے جسم کا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا اور وہ خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ کاروائی دیکھتے ہی وہ صاحب جو تعاقب میں تھے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا بات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جس شخص کے متعلق آپ نے ابھی فرمایا تھا وہ جہنمی ہے اور لوگوں پر یہ بات گراں گزری، تبھی تو میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس کی تحقیق کروں گا۔ چنانچہ اس کے تعاقب میں چل پڑا، حتیٰ کہ وہ زخمی ہو گیا اور پھر اس نے موت کو گلے لگانے میں جلد بازی سے کام لیا۔ چنانچہ اپنی تلوار کا دستہ زمین پر اور تلوار کی نوک اپنے سینے پر دونوں پستانوں کے درمیان رکھی اور اس پر سوار ہو گیا اور خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بسا اوقات ایک شخص بظاہر اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے لیکن دراصل وہ جہنمی ہوتا ہے اور ایک شخص بظاہر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ جنتی ہوتا ہے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ٥٦ الجهاد : باب لا یقول فلان شهید.

٧٣۔ حدیث جندب بن عبد اللهؓ حضرت جندب بیان کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں سے ایک شخص زخمی ہو گیا اور زخموں کی تکلیف سے اس قدر بے چین ہوا کہ اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر اس کا خون نہ رکا جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا بندہ خود کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت لے گیا (میرا فیصلہ جانے بغیر اس نے اپنی ہلاکت کا خود فیصلہ کر لیا) اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۱۰ الانبیاء : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل

باب ۴۶ مال غنیمت میں خیانت کرنے کی شدید حرمت کا بیان اور یہ کہ جنت میں صرف ایمان دار ہی داخل ہوں گے

۷۴۔ حدیث ابو هریرهؓ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مال غنیمت میں ہمیں سونا چاندی بلکہ گائے اونٹ ساز وسامان اور باغات ملے، فتح خیبر کے بعد ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ لوٹ کر وادی القرائی میں آئے اس وقت آپؐ کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا جس کا نام مدعم تھا اور یہ غلام آپ کی خدمت میں بنی الضاب میں سے ایک شخص نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا چنانچہ جب یہ غلام نبی کریم ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا اچانک اسے ایک تیر آکر لگا جس کے چلانے والے کا پتہ نہ چل سکا اور وہ ہلاک ہو گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: درست ہے! لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے جنگ خیبر کے دن مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے جو چادر از خود لے لی تھی وہ چادر اس کے لئے آگ کا شعلہ بنے گی، آپ کا یہ ارشاد سن کر ایک شخص یا دو تسمے لے کر آیا اور کہنے لگا: یہ وہ چیز ہے جو مجھے ملی تھی، آپ نے فرمایا: یہ بھی آگ کے ہو جاتے تو خواہ ایک تسمہ تھا یا دو۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۶۴ المغازی: باب غزوہ خیبر

باب ۵۱۔ کیا زمانہ جاہلیت کے اعمال پر مواخذہ کیا جائے گا۔

۷۵۔ حدیث ابن مسعودؓ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم سے زمانہ جاہلیت کے اعمال پر مواخذہ ہوگا، آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے مسلمان ہونے کے بعد نیک کام کئے اس سے اعمال جاہلیت پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی برے کام کئے اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال پر پکڑ ہوگی۔ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دِیوانِ حافظ

از حافظ شیرازیؒ

اے نسیم سحر آر امگہ یا رکجا ست
منز ل آں مہ عا شق کش عیا رکجا ست

اے صبح کی نسیم :یا ر کی آرام گا ہ کہاں ہے؟
اس عا شق کش شوخ چا ند کی منزل کہا ں ہے؟

شب تا رست ور ہ وا دی ایمن در پیش
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجا ست

رات اند ھیری ہے اور وادی ایمن کا راستہ در پیش ہے
کو ہ طور کی آگ کہا ں ہے دیدار کا وعدہ کہا ں ہے

ہر کہ آمد بجہاں نقش خرا بی دارد
در خرا با ت مپر سید کہ ہشیا رکجا ست

جو بھی دینا میں آیا ہے خرا بی کا نقش رکھتا ہے
شرا ب خا نہ میں یہ نہ پوچھو کہ ہشیا رکہا ں ہے

آنکس ست اہل بشا رت کہ اشا رت داند
نکتہا ہست بسے محرمِ اسرار کجا ست

اہل بشا رت وہ ہے جو اشا رہ سمجھے
نکتے تو بہت ہیں را زوں کا محرم کہاں ہے

ہر سر موئے مرا با تو ہزا راں کا رست
ما کجا ئیم و نصیحت گر بیکار کجا ست

میرے ہر رونگٹے کو تجھ سے ہزا رو ں کا م ہی
ہم کہا ں ہیں اور فضول نصیحت کرنے وا لا کہا ں ہے

عا شق خستہ زدردغم ہجر تو بسو خت
خودنپرسی تو کہ آں عاشق غمخوار کجاست

خستہ عا شق تیر ے فرا ق کے غم میں جل گیا
تو خود یہ نہیں پو چھتا ہے کہ وہ غمخوار عاشق کہاں ہے

با دہ ومطرب و گل جملہ مہیا ست ولے
عیش بے دو ست میسر نشو دیارکجا ست

شراب اور گو یا اور پھول سب مہیا ہیں لیکن
دو ست کے بغیر لطف میسر نہیں آتا ہے دو ست کہا ں ہے

عقل دیوا نہ شد آں سلسلۂ مشکیں کو
دل زما گو شہ گر فت ابروئے دلدا رکجا ست

عقل دیوا نی ہو گئی ہے مشکیں بیڑی کہاں ہے
دل نے ہم سے کنا رہ کر لیا معشوق کی ابروکہاں ہے

دلم ا زصو معہ وَصحبت شیخ ست ملول
یارتر سا بچہ کوخا نۂخمار کجاست

میرا دل عبا دت خا نہ اور شیخ کی ہم نشینی سے تنگ ہے
آتش پر ست زادہ یا رکہاں ہے شرا بی کی بھٹی کہاں ہے؟

با ز پر سید ز گیسوئے شکن پر شکنش
کیں دل غمز دہ ا ش گشتہ گر فتار کجا ست

اس کی پیچ در پیچ زلفوں سے پھر پوچھو — کہ یہ غمزدہ دل جو اس کا گرفتار ہے کہاں ہے

حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج

اے حافظ ازمانہ کہ چمن میں خزاں کی ہوائے رنجیدہ نہو

فکر معقول بفرما گل بے خار کجاست

صحیح بات سوچ بدوں کانٹے کا پھول کہاں ہے ؟

امروز شاہ انجمن دلبراں یکیست — دلبرا گر ہزار بود دلبرآں یکیست

آج دلبروں کی انجمن کا بادشاہ تو ایک ہی ہے — دلبر اگر ہزار بھی ہوں وہ دلبر ایک ہی ہے

من بہر آں یکے دل و دیں دادہ ام بباد — عیبم مکن حاصل ہر دوجہاں یکیست

میں نے اسی ایک کی خاطر دل اور دین تباہ کر دیا — مجھے عیب نہ لگا اس لئے کہ دونوں جہاں کا خلاصہ ایک ہی ہے

سودائیانِ عالمِ پندار رابگوی — سرمایہ گم کنید کے سودو زیاں یکسیت

خود پسندی کی دنیا کے دیوانوں سے کہہ دو — سرمایہ کو گم کردو اس لئے کہ نفع اور نقصان یکساں ہے

خلقے زباں بدعوئے عشقش کشادہ اند — اے من غُلام آنکہ دلش با زباں یکیست

لوگوں نے اس کے عشق کے دعوے میں — زبان کھولی ہے میں اس کا غلام ہوں جس کا دل اور زبان ایک ہے

حافظ برآستانہ دولت نہادہ سر

حافظ نے دوست کی چوکھٹ پر سر دھر دیا

دولت درآں سرست کے باآستاں یکسیت

خوشی نصیبی اسی سر میں ہے جو چوکھٹ کے ساتھ ملکر ایک ہے

المنۃ للہ کہ درِ میکدہ بازست — زانرو کہ مرابردراو روئے نیاز ست

خودا کا احسان ہے کہ میکدہ کا دروازہ کھلا ہے — اس طور پر کہ میرا عاجزی کا چہرہ اس کے دروازہ پر ہے

خمہا ہمہ در جوش وخر وشند زمستی — واں مے کہ درآنجاست حقیقت مجازست

مستی کی وجہ سے تمام مٹکے جوش وخروش میں ہیں وہ شراب جوان — میں ہے وہ حقیقی ہے مجازی نہیں ہے

از وے ہمہ مستی وغرورست وتکبر   وزما ہمہ بیچارگی وعجزونیاز ست

اس کی جانب سے تمام تر مستی اور غرور اور تکبر ہے   ہماری جانب سے تمام تر بیچارگی اور عجزونیاز ہے

شرحِ شکنِ زلف خم اندرخم جاناں   کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز ست

محبوب کی پیچ زلفوں کی شکن کی شرح   مختصر نہیں ہوسکتی کیوں کہ یہ لمبا قصہ ہے

بارِدل مجنون وخمِ طرّۂ لیلےٰ ست   رخسارۂ محمودو کفِ پائے ایاز ست

مجنوں کے دل کا بوجھ اور لیلیٰ کے گیسو کا پیچ ہے   محمود کا رخسارہ اور ایاز کے پیر کا تلوا ہے

بردوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم   تا دیدۂ من بر رُخ زیبائے تو باز ست

باز کی طرح تمام جہاں سے میں نے آنکھیں سی لی ہیں   جب سے میری آنکھ تیرے روخ زیبا پر کھلی ہے

رازیکہ برخلق نہفتیم ونگفتیم   با دوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

جوراز ہم نے تمام مخلوق سے نہ کہا اور چھپایا   دوست سے کہیں گے کیونکہ وہ محرم راز ہے

در کعبۂ کوئے تو ہر آنکس کہ درآید   از قبلۂ ابروئے تو درعین نماز ست

جو تیرے کوچہ کے کعبہ میں آجائے   تیرے ابرو کے قبلہ کی وجہ سے عین نماز میں ہے

اے مجلسیاں سوزِ دل مسکیں

اے ہمنشینو مسکین حافظ کے دل کی سوزش

از شمع بپرسید کہ در سوز وگداز ست

شمع سے معلوم کرو جو سوز وگداز میں ہیں

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد ست   بیار بادہ کہ بنیاد عمر برباد ست

آجا کیونکہ تمناؤں کا محل بہت کمزور بنیاد کا ہے   شراب لے آ کیونکہ عمر کی بنیاد ہوا میں قائم ہے

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخ کبود   زہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست

میں اس کی توجہ کا غلام ہوں کہ نیلگو چرخ کے نیچے   ہر اس چیز سے آزاد ہے جو تعلق کا رنگ قبول کرے

نصیحتے کنمت یاد گیر ودر عمل آر   کہ ایں حدیث زپیر طریقتم یاد ست

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں یاد کرنے اور عمل کر　　اس لئے کہ یہ بات مجھے پیر طریقت کی یاد ہے

مجو درستی عہداز جہان سُست نہاد　　کہ ایں عجوزہ عروسِ ہزار داما دست

کمزور بنیاد کی دنیا سے عہد کی پختگی نہ ڈھونڈ　　اس لئے کہ یہ بڑھیا ہزار شوہروں کی دلہن ہے

چہ گویمت کہ بمیخانہ دوش مست وخراب　　سروش عالم غیبم چہ مژدہ ہا دادست

میں تجھے کیا بتاؤں کہ کل سب مست وخراب ہونیکی حالت میں　　عالم غیب کے فرشتے نے مجھے کیا خوشخبریاں دی ہیں

کہ اے بلند نظر شاہبا زسدرہ نشیں　　نشیمن تو نہ ایں کنج محنت آبادست

کہ اے بلند نظر سدرہ نشیں شہباز　　تیرا آشیانہ اس محنت آباد کا گوشہ نہیں ہے

تراز کنگرۂ عرش میز نند صفیر　　ندانم کہ دریں دامگہ چہ افتا دست

تجھے تو عرش کے کنگرے سے آوازیں دے رہے ہیں　　نمعلوم تو کیوں اس جال میں پھنسا ہے

غم جہاں مخور و پند من مبرا زیاد　　کہ ایں لطیفہ نغزم زرہروے یا دست

دنیا کا غم نہ کر اور میری نصیحت نہ بھلا　　اس لئے کہ ایک سالک کا یہ نادر لطیفہ مجھے یاد ہے

رضا بدادہ وز جبین گرہ بکشای　　کہ برمن و تو درا ختیا رنکشا دست

ملے ہوئے پر راضی ہو جا اور پیشانی سے گرہ کھول　　اس لئے کہ مجھ اور تجھ پر اختیار کا دروازہ نہیں کھلا ہے

نشان مہر دوفا نسیت درتبسم گل　　بنال بلبل مسکین کہ جائے فریا دست

پھول کی مسکراہٹ میں مہر دوفا کا نشاں نہیں ہے　　اے مسکین بلبل نالہ کر کیوں کہ فریاد کی جگہ ہے

حسد چہ می بری اے سُست نظم بر حافظ

اے کمزور نظم کہنے والے حافظ پر کیا حسد کرتا ہے

قبول خاطر ولطف سخن خدا داد ست

طبعیت کی پسندگی اور کلام کی پاکیزگی خداداد چیز ہے

بروبکارِ خوداے واعظ اینچہ فریا دست　　مرافتادہ دل ازکف تراچہ افتادست

اے واعظ جا اپنے کام میں لگ یہ کیا شور ہے　　میرا تو دل ہاتھ سے گیا ہے تیرا کیا گرا ہے

بکام تا نرساند مرا لبش چوں نائے
نصیحت ہمہ عالم بگوش من باد ست

جب تک اس کے ہونٹ مجھے میرے مدعی تک نے کی طرح نہ پہنچا سکیے
تمام دنیا کی نصیحت میرے کان میں ایک ہوا ہے

میان او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ
دقیقہ ایست کی ہیچ آفریدہ نکشادست

اس کی کمر جس کو خدا نے عدم سے بنایا ہے
ایک ایسا راز ہے جس کو کسی پیدا ہونیوالے نے نہیں کھولا ہے

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست
اسیر بند تو از ہر دو عالم آزادست

تیرے کوچہ کا گدا آٹھوں جنتوں سے بے نیاز ہے
تیری قید کا قیدی دونو جہان سے آزاد ہے

اگر چہ مستئ عشقم خراب کرد و لے
اساس ہستئ من زیں خراب آباد ست

اگر چہ عشق کی مستی نے مجھے خراب کر دیا ہے لیکن
میری ہستی کی بنیاد اس خرابی سے آباد ہے

دلا منال زبید ادجو ریار کہ یار
ترا نصیب ہمیں کردہ است وایں دادست

اے دل نیار کے ظلم سے نالاں نہ ہو اس لئے کہ یار نے
تیرا ہی حصہ رکھا ہے اور یہی انصاف ہے

فریب عشوۂ حسن از جہان پیر مخور
کہ ہر کہ کرد بود ے اختلاط ناشادست

بوڑھی دنیا کے حسن کے ناز و انداز سے فریب نہ کھاگ
اس لئے کہ جس نے بھی اس سے اختلاط کیا وہ غمگین ہے

بر وملات در دی کشاں مکن ناصح
کہ رزق قسمت رزاق ما ہمیں دادست

اے ناصح جا تلچھٹ پینے والوں کو ملامت نہ کر
اس لئے کہ رزق اور رازق کی تقسیم نے ہمیں یہی دیا ہے

برو فسانہ مخوان وفسوں مدم حافظ
جا فسانہ بیان کر اور منتر نہ پھونک اے حافظ
کزیں فسانہ وافسوں مرا بسے یادست
اس لئے کہ اس قسم کے فسانے اور منتر مجھے بہت یاد ہے

☆☆☆

گلستان سعدی

از : حضرت شیخ سعدیؒ

حکایت : یکے راازملوکِ عجم حکایت کنذ کہ دست تطاول بر مال رعیت

عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے رعایا کے مال پر دست درازی

دراز کردہ بودو جوروازیت آغاز تا بجائے کہ خلق از مکائد ظلمش بہ جہاں برفتند

کررکھی تھی اور ظلم وستم شروع کردیا تھا یہاں تک کہ رعایا اس کے ظلم کی مکاریوں سے دوسری جگہ چلی گئی اور

وازکربت جورش راہ غربت گرفتند چوں رعیت کم شدارا تقاع ولایت نقصان

اس کی ظلم کی مصیبت سے مسافرت کا رستہ اختیار کرلیا جب رعایا کم ہوگئی تو حکومت کی آمدنی میں گھاٹا

پذیرفت وخزینہ تہی ماندودشمناں طمع کردندوزورآوردند۔

آیا اور خزانہ خالی ہوگیا دشمنوں کو اس ملک کے فتح کرنیکا لالچ پیدا ہوگیا اور وہ زور پکڑ گئے

ہر کہ فریاد رس روزمصیبت خواہد	گو درایاّم سلامت بہ جوانمردی کوش
جو شخص مصیبت کے وقت اپنا مددگار چاہے	اس کو کہہ دو کہ سلامتی کے وقت شرافت سے کام لے
بندۂ حلقہ بگوش ارننوازی بردو	لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش
اگر تو تابعدار غلام پر بھی مہربانی نہ کریگا تو وہ بھی بھاگ جائیگا	مہربانی کر مہربانی سے تو غیر بھی فرمانبردار ہو جائے گا

بارے درمجلس اوکتاب شاہنامہ میخواندند درزوال مملکت ضحاک وعہد فریدوں

ایک مرتبہ اس کی مجلس میں کتاب شاہنامہ پڑھ رہے تھے ضحاک بادشاہ کی حکومت کی بربادی اور فریدوں کی حکومت

وزیر ملک راپرسید کہ ہیچ تواں دانستن کہ فریدوں کہ گنج وملک وچشم نداشت

بیان تھا وزیر نے بادشاہ سے پوچھا کیا جناب کچھ سمجھے کہ فریدوں جس کے پاس نہ خزانہ تھا نہ لشکر

چگونہ مملکت بر ومقرر شد گفتا چنانکہ شنیدی خلقے بروتعصب

کس طرح اس کو حکومت مل گئی اس نے کہا اسی طرح جیسا کہ تم نے سنا کہ رعایا اس کی طرفداری

گرد آمدند وتقویت کردند پادشاہی یافت گفت اے ملک چوں گرد آمدن

میں جمع ہوگئی اور اسے مضبوط کر دیا اس نے بادشاہی حاصل کر لی۔ وزیر نے کہا اے بادشاہ جب رعایا کا

خلقے موجب پادشاہی است تو خلق را برائے چہ پریشان می کنی مگر سر پادشاہی کردن نداری

اکٹھا ہو جانا بادشاہی ملنے کا سبب ہے تو تو رعایا کو کیوں بھگا رہا ہے شاید تیرا بادشاہی کرنے کا خیال نہیں ہے

فرد

ہماں بہ لشکر بہ جاں پروری — کہ سلطاں بہ لشکر کند سروری

یہی بہتر ہے کہ لشکر کو تو جان لگا کر پالے — کیونکہ بادشاہ لشکر ہی کے ذریعہ بادشاہی کرتا ہے

ملک گفت موجب گرد آمدن سپاہ و رعیت ولشکر چہ باشد گفت پادشاہ را

بادشاہ نے کہا لشکر اور رعایہ کے اکٹھا کرنے کا کیا طریقہ ہے وزیر نے کہا بادشاہ کو

کرم باید تا بدو گرد آیند و رحمت تا در پناہ دولتش ایمن نشینند و ترا ایں ہر دو نیست

بخشش کرنی چاہیے تاکہ لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں اور رحم کرنا چاہیے تاکہ لوگ اس کی حکومت کے زیر سایہ بےخوف ہو کر رہیں اور تجھ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔

مثنوی

نہ کند جور پیشہ سلطانی — کہ نیاید ز گرگ چوپانی

ظالم بادشاہ کیا نہیں کرتا ہے — کیونکہ بھیڑیے سے چرواہے کا کام نہیں ہو سکتا

پادشاہے کہ طرح ظلم فگند — پائے دیوار مُلک خویش بہ کند

جس بادشاہ نے ظلم کی بنیاد ڈالی — اس نے اپنی ہی حکومت کی دیوار کی جڑ کھود دی ہے

مَلِک را پندِ وزیر ناصح موافق طبع مخالف نیامد روی از سخنش در ہم کشید

ناصح وزیر کی نصیحت بادشاہ کی مخالفت طبیعت کے موافق نہ پڑی اور اس کی بات سے منہ چڑھا لیا

و بزنداں فرستاد و بسے بر نیامد کہ بنی عمان سلطان بمنازعت برخاستند

اور اس کو جیل خانہ بھیج دیا۔ کچھ ہی زمان گزرا تھا کے بادشاہ کے چچیرے بھائی جھگڑے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

و بہ مقاومت لشکر آراستند و ملک پدر خواستند قومے کہ از دست

اور مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا، اور باپ کا ملک مانگا، جو قوم کہ اس کی دست درازی

تطاول ایں بہ جاں رسیدہ بودندو پریشاں شدہ برایشاں گرد آمدندو
سے عاجز آچکی تھی، اور ماری ماری پھر رہی تھی ان کے پاس اکٹھا ہوگئی اور
تقویت کردند تا ملک از تصرّف ایں بدر رفت و برآناں مقرر شد
چنانچہ حکومت اس کے قبضہ سے نکل گئی اوران کے ہاتھ آ گئی۔

مثنوی

پادشاہے کو روا دارد ستم بر زیر دست　　دوستدارش روز سختی دشمن زور آور ست
جو بادشاہ کمزور پر ظلم کرنا جائز رکھے　　اس کا دوست بھی مصیبت کے وقت اسکا زبردست دشمن بنجاتا ہے
با رعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشین　　زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر ست
رعایا کے ساتھ صلح کر اور دشمن کی لڑائی سے بیخوف ہوکر بیٹھا رہ　　اس لئے کہ منصف بادشاہ کی تو رعایا ہی لشکر ہے

فرد

غم زیر دستاں وبخور زینہار　　بترس از زبر دستی روزگار
خبردار کمزوروں کے ساتھ غم خواری کر　　زمانہ کی زبر دستی سے ڈر

حکایت: پادشاہے با غلامے عجمی در کشتی نشست وغلام دیگر دریارا
ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا اور غلام نے کبھی دریا
نہ دیدہ بود و محنت کشتی نیازمودہ گریہ وزاری آغاز نہاد و لرزہ بر اندامش
نہ دیکھا تھا اور نہ کشتی کی تکلیف اٹھائی تھی اس نے رونا دھونا شروع کردیا اور اس کا بدن کانپنے
افتاد ملک را عیش ازو منغص بود کہ طبع نازک تحمل امثال ایں صورت نہ بندد
لگا اس سے بادشاہ کا مزا کرکرا ہوگیا تھا اس لئے کہ نازک طبیعت اس جیسی باتوں کی برداشت نہیں کرسکتی
چارہ ندانستند حکیمے درآں کشتی بود ملک را گفت اگر فرماں دہی اُورا
لوگوں کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہ آئی اس کشتی میں ایک عقلمند تھا وہ باشاہ سے بولا اگر حکم ہو تو ایک طریقے
بہ طریقے خاموش گردانم گفت غایت لطف وکرم باشد بفرمود تا غلام را بہ دریا
سے اسے خاموش کروں بادشاہ نے کہا بڑی مہربانی ہوگی اس عقلمند نے حکم دیا چنانچہ لوگوں نے غلام کو دریا

انداختند چند نوبت غوطہ خورد		ازاں پس مویش گرفتند پیش کشتی آوردند

میں پھینک دیا غلام نے چند غوطے کھائے اس کے بعد لوگوں نے اس کے سر کے بال پکڑے اور کشتی کے آگے لئے آئے

وبدو دست درسکان کشتی آویخت چوں برآمد بگوشہ بنشست وقرار یافت

وہ غلام دونوں ہاتھوں سے کشتی کے دنبالہ میں لٹک گیا جب دریا سے نکلا تو ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور اسکو سکون ہو گیا

ملک را عجب آمد پرسید کہ حکمت چہ بود گفت از اوّل محنت غرق شدن

بادشاہ کو تعجب ہوا اس نے دریافت کیا اس میں کیا دانائی تھی عقلمند نے جواب دیا غلام نے اس سے پہلے ڈوبنے کی

نہ دیدہ بود وقدر سلامت کشتی ندانستہ ہمچنیں قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید

تکلیف نہ اٹھائی تھی اور کشتی میں بچے رہنے کی قدر سے ناواقف تھا آرام کی قدر وہی کرتا ہے جو کسی مصیبت میں پھنس جائے۔

قطعہ

اے سیرتر انان جویں خوش نماید		معشوق من ست آنکہ بنزدیک تو زشت ست

اے پیٹ بھرے تجھے جو کی روٹی اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے		جو چیز تجھے بری معلوم ہوتی ہے وہی میرے لئے بھلی ہے

حوران بہشتی رادوزخ بود اعراف		از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت ست

بہشت کی حوروں کے لئے اعراف دوزخ ہے		دوزخیوں سے پوچھ کہ عراف بہشت ہے

شعر

فرق ست میان آنکہ یارش دربر		با آنکہ دو چشم انتظارش بر در

اس شخص میں جس کا معشوق بغل میں ہے اور اس شخص		میں جس کی انتظاری کی آنکھیں دروازہ کو لگی ہیں بہت فرق ہے

حکایت: یکے از ملوک عجم رنجور بود درحالت پیری وامید زندگانی قطع

عجم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بڑھاپے کے زمانے میں بیمار پڑا تھا اور جینے کی امید ختم

کردہ کہ سوارے از دردرآمد وبشارت داد کہ فلاں قلعہ را بہ دولت خداوند

کر چکا تھا کہ ایک سوار دروازے سے اندر آیا اور اس نے خوشخبری دی کہ فلاں قلعہ آپ کہ اقبال سے ہم نے فتح

بکشادیم ودشمناں اسیر آمدند وسپاہ ورعیت آں طرف بہ جملگی مطیع

کرلیا اور دشمن قید ہو گئے اور اس طرف کی فوج ورعایا سب کی سب حکم کی تابعدار

فرماں گشتند ملک نفسے سرد برآورد وگفت ایں مژدہ مرانیست دشمنانم

ہوگئی ہے بادشاہ نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور کہا یہ خوش خبری میرے لئے نہیں ہے بلکہ میرے

راست یعنی وارثان مملک

دشمنوں کے لئے یعنی حکومت کے وارثوں کیلئے ہی

قطعہ

در یں امید بسر شد دریغ عمر عزیز   کہ انچہ دردلم ست از درم فراز آید

افسوس پیاری عمر اسی امید میں ختم ہوگئی   کہ جو میرے دل میں (تمنا) ہے وہ سامنے آجائے

امید بستہ برآمد ولے چہ فایدہ زانکہ   امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

دشوار امید پوری ہوگئی لیکن کیا فائدہ ہے اس لئے کہ   اس کی تو امید نہیں ہے کہ گزشتہ عمر لوٹ آئے

قطعہ

کوس رحلت بکوفت دستِ اجل   اے دو چشم وداع سر بکنید

موت کے ہاتھ نے کوچ کا نقارہ بجا دیا   اے میری دونوں آنکھوں سر کو رخصت کرو

اے کفِ دست وسا عدو بازو   ہمہ تو دیع یک دگر بکنید

اے ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے اور بازو   سب ایک دوسرے کو رخصت کرو

برمن اوفتادہ دشمن کام   آخر اے دوستاں گذر بکنید

مجھ دشمن کے منشا کے مطابق گرے ہوئے پر   آخر اے دوستو گذر کرو

روزگارم بہ شد بنادانی   من نہ کردم شما حذر بکنید

میرا زمانہ تو نادانی میں ختم ہوگیا   میں تو برائیوں سے نہ بچا تم بچو

حکایت : ہرمزرا گفتند از وزیران پدر چہ خطا دیدی کہ بند فرمودی گفت گناہے

لوگوں نے ہرمز سے دریافت کیا کہ تو نے باپ کے وزیروں کی کیا خطا دیکھی جو انکو قید کردیا اس نے کہا انکی

معلوم کردم ولیکن بہ لقین دانستم کہ مہابت من دردل ایشاں بیکراں ست

کوئی خطا مجھے معلوم نہیں ہوئی لیکن یقینی طور پر میں سمجھ گیا کہ میرا خوف ان کے دل میں بے انتہا ہے

وبر عہد من اعتماد کلی نہ دارند ترسم کہ از بیم گزند خویش آہنگ ہلاک من کنند

اور میرے عہد پر اس کو پورا بھروسہ نہیں ہے مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ اپنے نقصان کو خوف سے مجھے ہلاک کرینگی

پس قول حکمارا کار بستم کہ گفتہ اند

نہ ٹھان لینگے تو میں نے دانشمندوں کے قول پر عمل کیا کہ انہوں نے کہا ہے

قطعہ

ازاں کز تو ترسد بترس اے حکیم　　وگر با چنو صد برائی بہ جنگ

اے دانا جو تجھ سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر　　اگرچہ اس جیسے سینکڑوں سے تو جنگ جیت لے

ازاں مار بر پائے راعی زند　　کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

سانپ چرواہے کے پیر میں اسی لئے کاٹتا ہے　　کہ وہ ڈرتا ہے کہ چرواہا اسکا سر پتھر سے کچلدے گا

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شو　　برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ جب بلی عاجز آجاتی ہے　　تو پنجہ مار کر چیتے کی آنکھیں نکال لیتی ہے

حکایت بر بالین تربت یحیٰ پیغمبر علیہ السلام معتکف بودم در جامع دمشق کہ

میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحیٰ پیغمبر علیہ السلام کی قبر پر معتکف تھا کہ

یکے از ملوک عرب کے بہ بے انصافی منسوب بود در آمد نماز ودعا کرد وحاجت خواست

عرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جو بے انصافی میں مشہور تھا آیا نماز پڑھی اور دعا مانگی اور منت چاہی

فرد

درویش وغنی بندۂ ایں خاک درند　　وانانکہ غنی ترند محتاج ترند

فقیر اور مالدار اس در کی خاک کے غلام ہیں　　اور جو زیادہ مالدار ہے وہی زیادہ محتاج ہیں

آں گاہ مرا گفت از آنجا کہ ہمت درویشان ست وصدق معاملہ ایشاں خاطری

پھر مجھ سے کہا چونکہ درویشوں میں روحانی طاقت ہے اور ان کا خدا سے سچا معاملہ ہے ذرا میری طرف

ہمراہ من کنید کہ از دشمنے صعب اندیشناکم گفتمش بر رعیت ضعیف رحمت

باطنی توجہ فرمائے کہ ایک سخت دشمن کا مجھے اندیشہ لگا ہوا ہے میں نے اس سے کہا کمزور رعایا پر رحم

کن تا از دشمنے قوی زحمت نہ بنی

کھا تا کہ پھر قوی دشمن سے تجھ کوئی تکلیف نہ پہونچے

نظم

بہ بازوان توانا وقوتِ سردست　　خطا ست پنجۂ مسکین ناتواں بہ شکست

طاقت در بازووں اور پنجہ کی قوت سے　　کمزور مسکین کا پنجہ موڑنا غلطی ہے

نترسد آنکہ برا فتادگاں نہ بخشاید　　کہ گرزپائے درآید کسش نگیرد دست

وہ شخص گرے پڑوں پر رحم نہیں کھاتا کیا اس بات سے نہیں ڈرتا　　کہ اگر اس کا پیر پھسلے گا تو اس کی کوئی دستگیری نہ کریگا

ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت　　دماغ بیہدہ پخت وخیال باطل بست

جس نے بدی کا بیج بویا اور بھلائی کی توقع رکھی　　اس نے فضول اپنا دماغ پکایا اور باطل خیال باندھا

زگوش پنبہ بروں آرو داد خلق بدہ　　وگر تو می ندہی دادروز دادے ہست

کان سے روئی نکالے اور مخلوق سے انصاف کر　　اگر تو انصاف نہ کرے گا تو انصاف کا ایک دن ضرور ہے

مثنوی

بنی آدم اعضائے یک دیگر ند　　کہ در آفرنیش زیک جو ہرند

آدم کی اولاد ایک دوسرے کے اعضا ہیں　　اس لئے کہ وہ پیدائش میں ایک ہی اصل سے ہیں

چو عضوے بدرد آورد روزگار　　دگر عضو ہا را نہ ماند قرار

اگر زمانہ کسی ایک عضو میں درد پیدا کرتا ہے　　تو دوسرے اعضا کو بھی قرار نہیں رہتا

تو کز محنتِ دیگراں بے غمی　　نہ شاید کہ نامت نہند آدمی

تو کہ دوسروں کی تکلیف سے بے غم ہے　　تو اس قابل نہیں کے تجھے آدمی کہیں

حکایت : درویشے مستجاب الدعوات در بعداد پدید آمد حجاج یوسف را

ایک مستجاب الداعوات فقیر بعذاد میں رونما ہوا حجاج ابن یوسف کو

خبر کردند بخواندش وگفت دعائے خیرے بر من کن گفت خدایا جانش بستاں

باطنی توجہ فرمائے کہ ایک سخت دشمن کا مجھے اندیشہ لگا ہوا ہے میں نے اس سے کہا کمزور رعایا پر رحم

کن تا از دشمنے قوی زحمت نہ بینی

کھا تا کہ پھر قوی دشمن سے تجھ کوئی تکلیف نہ پہونچے

نظم

ببا زوان توانا وقوتِ سردست | خطا ست پنجۂ مسکین ناتواں بہ شکست
طاقت در بازووں اور پنجہ کی قوت سے | کمزور مسکین کا پنجہ موڑنا غلطی ہے
نترسد آنکہ برا فتادگاں نہ بخشاید | کہ گر زپائے درآید کسش نگیرد دست
وہ شخص گرے پڑو پر رحم نہیں کھاتا کیا اس بات سے نہیں ڈرتا | کہ اگر اس کا پیر پھسلے گا تو اس کی کوئی دستگیری نہ کریگا
ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت | دماغ بیہدہ پخت وخیال باطل بست
جس نے بدی کا بیج بویا اور بھلائی کی توقع رکھی | اس نے فضول اپنا دماغ پکایا اور باطل خیال باندھا
زگوش پنبہ بروں آرو داد خلق بدہ | وگر تو می ندہی دادروز دادے ہست
کان سے روئی نکالے اور مخلوق سے انصاف کر | اگر تو انصاف نہ کرے گا تو انصاف کا ایک دن ضرور ہے

مثنوی

نبی آدم اعضائے یک دیگر ند | کہ در آفرنیش زیک جو ہرند
آدم کی اولاد ایک دوسرے کے اعضا ہیں | اس لئے کہ وہ پیدائش میں ایک ہی اصل سے ہیں
چو عضوے بدرد آورد روز گار | دگر عضو ہا را نہ ماند قرار
اگر زمانہ کسی ایک عضو میں درد پیدا کرتا ہے | تو دوسرے اعضا کو بھی قرار نہیں رہتا
تو کز محنتِ دیگر اں بے غمی | نہ شاید کہ نامت نہند آدمی
تو کہ دوسروں کی تکلیف سے بے غم ہے | تو اس قابل نہیں کے تجھے آدمی کہیں

حکایت : درویشے مستجاب الدعوات در بغداد پدید آمد حجاج یوسف را

ایک مستجاب الداعوات فقیر بغداد میں رونما ہوا حجاج ابن یوسف کو

خبر کردند بخواندش وگفت دعائے خیرے برمن کن گفت خدایا جانش بستاں

درویشے برہنہ بسر ماخفتہ بود گفت

ایک فقیر جاڑے میں باہر ننگا سویا ہوا تھا اس نے کہا

بیت

اے آنکہ باقبال تو در عالم نیست   گیرم کہ غمت نیست غم ماہم نیست

اے وہ شخص جس کے نصیبہ کا سا دنیا میں کوئی نہیں   ہم نے مانا کہ تجھے اپنا کوئی غم نہیں ہے کیا ہمارا بھی غم نہیں ہے

ملکِ راخوش آمد صرّہ ہزار دینار از روزن بیروں کرد و گفت دامن بدار اے

بادشاہ کو یہ بہت پسند آئی اور ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی کھڑکی سے باہر نکالی اور کہا اے فقیر دامن

درویش گفت دامن از کجا آرام کہ جامہ ندارم ملک را بر ضعفِ حالِ اورحمت

پھیلا فقیر نے کہا کپڑے ہی نہیں ہیں دامن کہاں سے لاؤں بادشاہ کو اس کی کمزور حالت پر اور زیادہ

زیادت شد و خلعتے برآں مزید کرد و پیش درویش فرستاد درویش

رحم آیا اور اس پر ایک جوڑے کا اور اضافہ کر دیا اور فقیر کو دیا فقیر نے

آں نقد و جنس را باندک مدت بخورد و پریشاں کرد و باز آمد

تھوڑے ہی زمانہ میں اس نقد و جنس کو کھالیا اور ضائع کر دیا اور پھر آ گیا

بیت

قرار در کف آزادگاں نہ گیرد مال   نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

آزاد لوگوں کے ہاتھ میں مال نہیں ٹھہرتا ہے   نہ عاشق کے دل میں صبر ٹھہرتا ہے اور نہ چھلنی میں پانی ٹھہرتا ہے

درحالتے کہ ملک را پروائے او نبود حال بگفتند بہم برآمد و روی از و درہم

لوگوں نے اس کی حالت بادشاہ سے ایسے وقت میں ذکر کی جبکہ بادشاہ کو اس کی کوئی پروا نہ تھی بادشاہ ناراض ہو گیا اور

کشید و ازینجا گفتہ اند اصحاب فطنت و خبرت کہ از حدت وصولت پادشاہاں

غصہ میں منہ پھیر لیا یہی وجہ ہے کہ باخبر سمجھدار لوگوں نے کہا ہے کہ بادشاہوں کی تیزی اور دبدبہ سے بہت احتیاط

پرحذر باید بودن کہ غالب ہمت ایشاں بمعظمات امور مملکت متعلق باشد

کرنا چاہیئے کیونکہ ان کی اکثر توجہ بادشاہت کے بڑے بڑے کاموں میں لگی رہتی ہے

وتحمل ازدحام عوانہ کنند

اور عام لوگوں کی بھیڑ کو برداشت نہیں کرتے ہیں

مثنوی

حرامش بود نعمت پادشاہ　　که هنگام فرصت ندارد نگاه

بادشاہ کا انعام واکرام اس آدمی پر حرام ہو جاتا ہے　　جو فرصت کے موقع کا لحاظ میں نہ رکھے

مجال سخن تا نہ بنی زپیش　　بہ بیہودہ گفتن مبر قدر خویش

جب تک کہ تو پہلے سے بات کرنے کی گنجائش نہ دیکھ لے　　خواہ مخواہ بات کہہ کر اپنی قدر نہ گھٹاؤ

گفت ایں گدائے شوخ چشم مبذر را کہ چندیں نعمت بچندیں مدت برانداخت

بادشاہ نے کہا اس بے حیا فضول خرچ کو یہاں سے نکال دو جس نے اس قدر دولت اتنی سی مدت میں ضائع

برانید کہ خزینہ بیت المال لقمہ مساکین ست نہ طعمہ اخوان الشیاطین

کردی اس لئے کہ بیت المال کا خزانہ مسکینوں کا لقمہ ہے نہ کہ شیطان کے بھائیوں کی خوراک

بیت

ابلہی کو روز روشن شمع کافوری نہد　　زود بینی کش بشب رغن نہ باشد در چراغ

وہ بے وقوف جو دن میں کافوری شمع جلائے عنقریب تو دیکھ　　لے گا کہ رات کو اسکے چراغ میں تیل نہوگا

یکے از وزرائے ناصح گفت خداوند مصلحت آں می بینم کہ چنیں کساں

ایک خیر خواہ وزیر نے کہا جناب میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو

راوجہ کفاف بتفاریق مجرا دارند تا در نفقہ اسراف نہ کنند اما انچہ فرمودی

گذارے کی بقدر متفرق طور پر عنایت فرمائی تا کہ فضول خرچی نہ کریں مگر جیسا کہ جناب نے

از زجر و منع مناسب ارباب ہمت نیست کہ یکے را بہ لطف امیدوار

جھڑکنے اور منع کر دینے کا حکم صادر فرمایا ہے یہ ہمت والوں کے مناسب ہی ہے کہ کسی کو ایک مرتبہ مہربانی کرکے

گردانیدن و باز نومیدی خستہ کردن

امیدوار بنا دینا اور پھر نا امید کرکے دل توڑنا

نظم

برو ئے خود درِ طمّاع باز نتواں کرد ... چو باز شد بدرشتی فراز نتواں کرد
اپنے اوپر لالچی کے لئے دروازہ نہ کھولنا چاہیئے ... جب کھل گیا تو سختی سے بند نہیں کیا جاسکتا

قطعہ

کس نہ بیند کہ تشنگا ن حجا ز ... بر لب آب شور گر دآیند
یہ کو ئی نہ دیکھے گا کہ حجا ز کے پیا سے ... کھا ری پا نی کے کنا رے اکٹھے ہو ں
ہر کجا چشمہ بو د شیر یں ... مر د م و مر غ و مو ر گر د آیند
جس جگہ میٹھے پا نی کا چشمہ ہو گا ... آدی پر ند چیو نٹیاں جمع ہو جا ئیں گی

حکایت: یکے از پادشاہان پیشیں در رعایت مملکت سستی کردے
پہلے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ حکومت کی نگرانی میں سستی کرتا
ولشکر را بہ سختی داشتے لاجرم دشمنے صعب روی نمود ہمہ پشت دادند
اور لشکر کو تنگی میں رکھتا آخر کار ایک سخت دشمن ظاہر ہوا اس کی سب فوج بھاگ گئی

مثنوی

چو دا ر گنج از سپا ہی در یغ ... در یغ آید ش دست بر دن بہ تیغ
جب خزا نہ کو سپا ہی سے بچا ئیں ... تو اس کو تلوا ر پر ہا تھ بڑھا نے میں تا مل ہو گا
چہ مر دی کند در صف کا رزار ... کہ دستش تہی با شدو کا رزار
وہ شخص لڑا ئی کی صف میں کیا بہا دری کرے ... جس کا ہا تھ خالی اور حال برا ہ

یکے راازآناں کہ غدر کردند با من دوستی بود ملامت کردم وگفتم دون

جن سپاہیوں نے غداری کی تھی ان میں سے ایک کی مجھ سے دوستی تھی، میں نے اس کو ملازمت کی اور کہا کمینہ

ست بے سپاس وسفلہ وناحق شناس کہ باندک تغیر حال ازمخدوم قدیم

ہےاور ناشکرگزار سفلہ ہےاور ناحق شناس جو کہ حالت کی تھوڑی سی تبدیلی پر قدیم آقا سے

برگردد وحق نعمت سالہا درنوردد گفت اگر بہ کرم معذور داری شاید کہ

پھر جائے اور سالوں کی نعمت کے حق کو لپیٹ کر رکھ دے اس نے کہا اگر از راہ کرم آپ معذور سمجھیں تو مناسب ہے

اسپم بے جو بود ونمد زینم بگرو سلطان کہ بہ زر با سپاہی بخیلی کند با او

کیونکہ میرا گھوڑا بے دانہ اور میری زین کا نمدہ گروی رہے جو بادشاہ سپاہی پر سونا خرید کرنے میں بخل کرے

بہ سر جواں مردی نتواں کرد

اس کے ساتھ سر کٹانے میں بہادری نہیں کی جاسکتی۔

فـــــرد

زر بدہ مرد سپاہی راتا سر بدہد	دگرش زر ند ہی سر بنہد در عالم
تو مرد سپاہی کو سونا دے تاکہ وہ اپنا سر دیدے	اور اگر تو اس پر سونا خرچ نہ کرے گا وہ دنیا میں مارا پھرے گا
اِذَا شَبِعَ الْکَمِّــی یَصُوْلُ بَطْشًا	**وَ خَاوِی الْبَطْنِ یَبْطِشُ بِالْفَرَارِ**
جب سپاہی پیٹ بھر لیتا ہے تو وہ گرفت کر کے حملہ کرتا ہے	اور خالی پیٹ کی گرفت بھاگنا ہے

حکایت : **یکے از وزراء معزول شدہ بحلقہ درویشاں درآمدو**

ایک برخواست شدہ وزیر درویشوں کے حلقہ میں آگیا اور

برکت صحبت ایشاں دروے سرایت کرد وجمعیت خاطرش دست داد

ان کی صحبت کی برکت اس میں اثر کرگئی اور اس کو دل جمعی حاصل ہوگئی

وملکِ باردیگر با اول دل خوش کرد وعمل فرمود قبولش نیامد وگفت معزولی بہ کہ مشغولی

اور بادشاہ اس سے پھر خوش ہوگیا اور اس کو کام پر لگایا اس نے قبول کیا اور کہا کام پر لگنے سے معزولی ہی اچھی ہے

رباعی

آنانکہ بہ کنج عافیت بہ نشستند   دندان سگ و دان مردم بستند

جو لوگ گوشہ عافیت میں جا بیٹھے   انہوں نے کتے کے دانت اور آدمیوں کا منہ بند کر دیا

کاغذ بدرید ند و قلم بہ شکستند   وزدست و زباں حرفگراں ارستند

کاغذ پھاڑا اور قلم توڑا   اور نکتہ چینیوں نے دست وزباں سے چھوٹ گئے

ملک گفت ہرآئینہ ماراخردمندے کافی باید کہ تدبیر مملکت رابشاید گفت

بادشاہ نے کہا ہمیں لامحالہ ایک ایسا عقلمند درکار ہے جو تدبیر مملکت کے لائق ہواس نے کہا

نشان خردمند کافی آنست کے بہ چنیں کار ہاتن درنہ دہد

پورے عقلمند کی علامت یہی ہے کہ جو اس قسم کے کاموں میں نہ لگے۔

فرد

ہمای برسر مرغاں ازاں اشرف دارد   کہ استخواں خورد وطائرے نیازارد

تمام پرندوں پر ہما اسی وجہ سے شرافت رکھتا ہے   کہ ہڈیاں کھا لیتا ہے اور کسی پرندے کو نہیں ستاتا

حکایت سیاہ گوش راگفتندترا ملازمت شیر بچہ وجہ اختیار افتاد

سیاہ گوش سے کہا کہ کیا تجھے شیر کے ساتھ رہنا کیوں پسند آیا

گفت تا فضلہ صیدش می خورم وازشر دشمناں درپناہ صولتش زندگانی

اس نے کہا تا کہ اس کا پسماندہ کھالیا کروں اور دشمنوں کے سر سے بچ کر اس کے دبدبہ کی پناہ میں زندگی بسر کروں

می کنم گفتندش اکنوں کہ بہ ظل حمایتش درآمدی وبہ شکر نعمتش اعتراف

انہوں نے اس سے کہا اب جبکہ تو اس کی حمایت کے سایہ میں آگیا اور اس کی نعمت کے شکریہ کا تو نے اقرار کرلیا

کردی چرا نزدیک ترنیائی تا بحلقہ خاصانت درآردواز بندگان مخلصت

اس کے زیادہ نزدیک کیوں نہیں آتا، تا کہ وہ شیر تجھے اپنے خواص کے حلقہ میں داخل کرلے اور اپنے مخلص

شمارد گفت از بطش وے ہمچناں ایمن نیستم

خادموں میں گننے لگے۔ اس نے کہا میں اسی طرح اس کی گرفت سے بھی بے خوف نہیں ہوں۔

* * *

بوستان سعدی

از: حضرت مولانا شیخ سعدی رحؒ

مثـــــل

کہاوت

مرا بلیس رادید شخصے بخواب   بقامت صنوبر بروی آفتاب

ایک شخص نے خاص شیطاں کو خواب میں دیکھا   جو قد میں صنوبر کی طرح تھا اور جس کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا

نظر کردو گفت اے نظر   ندارد خلق از جمالت خبر

اس نے اس کو دیکھا اور کہا چاند جیسے   لوگوں کو تیرے حسن کی خبر نہیں ہے

ترا سہمگیں روئے پندا شتند   بگر مابہ درزشت بنگا شتند

تجھے خوفناک حسن والا سمجھا   حمام میں بری تصویر بنائی

بخندید و گفت آں نہ شکل منست   ولیکن قلم درکف دشمنست

وہ ہنسا اور اس نے کہا وہ میری شکل نہیں ہے   لیکن قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے

براندختم بیخ شاں از بہشت   کنونم بکیں می نگارند زشت

میں نے ان کی جڑ بہشت سے اکھاڑ پھینکی   تو اب مجھے کینہ کی وجہ سے برا سمجھتے ہیں

مراہم چنیں نام نیک ست لیک   زعلت نگوید بد اندیشک

اسی طرح میرا بھی بھلا نام ہے لیکن   دشمن حسد کی وجہ سے اچھا نہیں کہتا

وزیرے کہ جاہ من آبش بریخت   بفر سنگ باید زمکرش گریخت

وہ وزیر جس کی آبرو میر مرتبے نے بہا دی ہے   اس کے مکر سے ایک فرسخ بھاگنا چاہئے

و لیکن نیند یشم از خشم شاہ   دلاور بود در سخن بے گناہ

لیکن مجھے بادشاہ کے غصہ کی فکر نہیں ہے
چو حرفم برآید درست از قلم
جب میرے قلم سے بات صحیح نکلتی ہے
نیاوردہ عامل غش اندر میاں
جس کارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو
اگر محتسب گردد آں را غمست
اگر محتسب چکر لگائے تو اس کو فکر ہوگی
مَلِک درسخن گفتنش خیرہ ماند
بادشاہ اس کے بات کرنے سے حیران ہوگیا
کہ مجرم برزق و زباں آوری
کہ مجرم مکاری اور زبان درازی سے
زخصمت ہمانا کہ نشنیدہ ام
میں نے صرف تیرے مخالف سے نہیں سنا ہے
کزیں زمرۂ خلق دربار گاہ
کہ دربار میں اتنے لوگوں کے مجمع میں
نجندید مرد سخن گوی و گفت
بات کرنے والا مرد ہنسا اور کہا
دریں نکتہ ہست اگر بشنوی
اگر آپ سنیں تو اس میں ایک نکتہ ہے

بے قصور انسان بات کہنے میں جری ہوتا ہے
مرا از ہمہ حرف گیراں چہ غم
مجھے سب نکتہ چینیوں کا کیا غم ہے
نیند یشد از رفع دیوانیاں
تو وہ دفتر والوں کے دعوے سے نہیں ڈرتا
کہ سنگِ ترازوے بارش کمست
جس کے ترازو کے پاٹ کم ہوں
سردستِ فرماں دہی برفشاند
حکمرانی کے ہاتھ پیٹنے لگا
زجر میکہ دارد نگردد بزی
اس جرم سے نہیں بچ سکتا جو اس نے کیا ہے
نہ آخر بچشم خودت دیدہ ام
کیا میں نے اپنی آنکھ سے تجھے نہیں دیکھا ہے
نمی باشدت جز در اینا ں نگاہ
تیری نگاہ ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑتی
حقست ایں سخن حق نشاید نہفت
یہ بات سچی ہے سچائی نہ چھپانی چاہئے
کہ حکمت رواں بادودولت قوی
خدا کرے آپ کا حکم جاری اور حکومت قوی رہے

نہ بیند کہ درویش بیدست گاہ — حسرت کند درتوانگر نگاہ
کیا بادشاہ کو نظر نہیں آتا کہ بے طاقت فقیر — مالدار کو حسرت سے دیکھتا ہے
مرا دستگاہ جوانی برفت — بلہو لعب زندگانی برفت
میری جوانی کی طاقت جاتی رہی — جوانی کھیل کود میں ختم ہو گئی
زدیدار اینان ندارم شکیب — کہ سر مایہ داران حسنند و زیب
ان کے دیکھنے سے میں نہیں رک سکتا — اس لئے کہ وہ زینت اور حسن کے سرمایہ دار ہیں
مرا ہمچنیں چہرہ گلفام بود — بلور نیم از خوبی اندام بود
میرا بھی ایسا ہی پھول جیسا چہرہ تھا — حسن میں میرا جسم بھی بلوری کی طرح تھا
دریں غایتم رشت باید کفن — کہ مویم چپنبہ دست ودوکم بدن
اب اس انتہا پر مجھے کفن پہننا چاہئے — اس لئے کہ میرا بال گالا اور بدن کا تکلا ہو گیا ہے
مرا ہمچنیں جعد شرنگ بود — قباد در براز نازکی تنگ بود
میرے دل بھی رات دن کی طرح کالے گھنگریالے بال تھے — نزاکت کی وجہ سے قبا بدن پر تنگ تھی
دورستہ درم درد ہاں داشت جائے — چودیوارے ازخشت سیمیں بپائے
میرے منہ میں دوطرفہ موتی قائم تھے — جیسے چاندی کی اینٹوں کی دیوار کھڑی ہو
کنونم نگہ کن بوقت سخن — بیفتاد یکیک چو جر کہن
اب مجھے بات کرتے وقت دیکھ — پرانے پل کی طرح ایک ایک گر گیا
درایتان بحسرت چرا ننگرم — کہ عمر تلف کردہ یاد آورم
ان کو حسرت سے کیوں نہ دیکھوں — اس لئے کہ مجھے اپنی تلف کردہ عمر کی یاد آ رہی ہے
برفت از من آں روزہائے عزیز — بپایاں رسد ناگہ ایں روز نیز
وہ پیارے دن مجھ سے رخصت ہو گئے — اچانک یہ دن بھی ختم ہو جائے گا

چو دانشور ایں دُرِّ معنیٰ بسفت　　بگفت ایں کزاں بہ محالست گفت

عقلمند نے جب معنی کے ان موتیوں کو گوندھا　　اس نے کہا کے اس سے بہتر کہنا ناممکن ہے

درارکان دولت نگہ کرد شاہ　　کزیں خوبتر لفظ و معنی مخواہ

بادشاہ نے حکومت کے ذمہ داروں کو دیکھا　　کہ اس سے بہتر لفظ و معنی نہ چاہو

کسے را نظر سوئے شاہد رواست　　کے داند بدیں شاہدی عذر خواست

ایسے شخص کو معشوق کا دیکھنا جائز ہے　　جو اس خوبی سے عذر خواہی کرنا جانتا ہو

بعقل ار نہ آہستگی کردمے　　بگفتار خصمش بیا زردمے

سمجھ کی وجہ سے میں اگر آہستگی نہ برتتا　　تو اس دشمن کے کہنے سے اس کو ستا دیتا

بہ تیزی سبک دست بردن بہ تیغ　　بدندان برد پشت دست دریغ

تیزی میں جلدی سے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھادینا　　افسوس کے ہاتھ پشت کو دانتوں کی طرف لے جاتا ہے

زصاحب غرض تا سخن نشنوی　　کہ گرکاربند ی پشیماں شوی

صاحب غرض کی بات ہرگز نہ سن　　اس لئے کہ اس پر کاربند ہوگا تو پشیمان ہوگا

نکو نام را جاہ و تشریف و مال　　بیفزود وبد گوی را گوشمال

نیک نام کے مرتبہ اور اعزاز اور مال میں　　اور بدگو کی گوشمالی میں اضافہ کیا

بتدبیر دستور دانشورش　　بہ نیکی بشد نام درکشورش

اس کے عقلمند وزیر کی تدبیر سے　　نیکی سے ملک میں اس کا نام پھیل گیا

بعدل وکرم سالہا ملک راند　　برفت ونکو نامی از وے بماند

انصاف اور شرافت سے سالوں حکومت کی　　مر گیا اور اس کی نیک نامی باقی رہی

چنیں پادشاہاں کہ دیں پرورند　　بہ بازوے دیں گوئے دولت برند

جو بادشاہ دین پرور ہیں　　وہ دین کی طاقت سے حکومت کی بازی جیت لیتی ہیں

ازاناں نہ بینم دریں عہد کس — وگرہست بو بکر سعد ست وبس

اس زمانہ میں ان میں سے کسی کو نہیں دیکھتا ہوں — اور اگر کوئی ہے تو ابو بکر سعد ہے

خدیو خردمند فرخ نہاد — کہ شاخا میدش برو مند باد

عقلمند بادشاہ مبارک اصل — (خدا کرے) کہ اس کی امید کی شاخ بار آور ہو

بہشتی درختی تو اے پادشاہ — کہ افگندہ سایہ یکسالہ راہ

اے بادشاہ تو جنتی درخت ہے — کہ ایک سالہ راستے پر سایہ ڈالے ہوئے ہے

طمع بود در بخت نیک اخترم — کہ بال ہما افگند برسرم

اپنے نیک ستارے والے نصیبہ مجھے یہ توقع تھی — کہ وہ ہما کا پر میرے سر پر ڈال دے گا

خرد گفت دولت نہ بخشد ہمای — گر اقبال خواہی دریں سایہ آی

عقل نے کہا ہما دولت نہیں بخشتا — اگر اقبال چاہتا ہے تو اس سایہ میں آ

خدایا برحمت نظر کردہ — کہ ایں سایہ بر خلق گستردہ

اے خدا تو نے رحمت سے نظر کی ہے — کہ سایہ مخلوق پر ڈالا ہے

دعا گوئے ایں دولتم بندہ وار — خدا یا تو ایں سایہ پابندار

میں غلاموں کو اس طرح سلطنت کا دعا گو ہوں — اے خدا تو اس سایہ کو قائم رکھ

صوابست پیش از کشش بند کرد — کہ نتواں سر کشتہ پیوند کرد

قتل کرنے سے پہلے قید کرنا مناسب ہے — اس لئے کہ کٹے ہوئے سر کو جوڑا نہیں جا سکتا

خدا وند فرماں ورای وشکوہ — زغو غائے مردم نگر دستوہ

حکومت اور رائے اور دبدبہ والا — لوگوں کے شور غل سے عاجز نہیں ہوتا

سر پر غرور از تحمل تہی — حرامش بود تاج شاہنشہی

غرور سے بھرا ہوا سر جو برد باری سے خالی ہو — اس پر شہنشاہی کا تاج حرام ہے

نگو یم چو جنگ آوری پائدار — چو چشم آیدت عقل بر جای دار
میں نہیں کہتا کہ لڑے تو جم جا — ہاں اگر غصہ آ جائے تو عقل کو ٹھکانہ رکھ
تحمل کند ہر کر اعقل ہست — نہ عقلے خشمش کند زیر دست
برداشت وہی کرتا ہے جس میں عقل ہوتی ہے — نہ ایسی عقل جس کو غصہ دبا لے
چولشکر بروں تاخت خشم از کمیں — نہ انصاف ماند نہ تقویٰ نہ دیں
غصہ جب گھاٹی سے لشکر دوڑاتا ہے — پھر نہ انصاف رہتا ہے اور نہ تقویٰ اور نہ دیں
نہ دیدم چنیں دیو زیر فلک — کزوی گریزند چندیں ملک
میں نے آسمان تلے ایسا بھوت نہیں دیکھا — جس سے اتنے فرشتے بھاگتے ہو ں

گفتار

نہ برحکم شرع آب خوردن خطاست — وگر خوں بفتوی بریزی روا ست
حکم شرع کے خلاف پانی پینا گناہ ہے — اگر فتویٰ لے کر خون بہائے تو درست ہے
اگر شرع فتو ئ دہد بر ہلاک — الاتا نداری ز کشتنش باک
اگر شرع ہلاکت کا فتویٰ دے دے — اس کے مار ڈالنے سے ہرگز نہ جھجکنا
وگردانی اندر تبارش کساں — برایشاں بخشای وراحت رساں
اگر تجھے اس کے خاندان میں اور آدمی معلوم ہوں — تو ان پر بخشش کر اور راحت پہنچا
گنہ بود مرد ستمگار را — چہ تاواں زن وطفل بیچارہ را
ظالم کا قصور تھا — لہٰذا عورت اور بیچارے بچے پر کیا تاوان
تنت زود مندست و لشکر گراں — و لیکن در اقلیم دشمن مراں
ترا جسم قوی ہے اور لشکر بھی بھاری ہے — لیکن اس کو دشمن کی سرزمین میں نہ لے جا
کہ وے بر حصارے گریزد بلند — رسد کشورے بے گنہ را گزند

اس لئے کہ وہ بلند حصار پر چڑھ جائے گا　　بے قصور ملک کو نقصان پہنچے گا
نظر کن در احوال زندانیاں　　کہ ممکن بودے بے گنہ درمیاں
قیدیوں کے احوال کی چھان بین کرلو　　ممکن ہے ان میں کوئی بے قصور ہو
چو بازار گاں در دیارت بمرد　　بمالش خساست بوددست برد
اگر تمہارے ملک میں کوئی تاجر مر جائے　　تو اس کے مال میں دست درازی کمینہ پن ہے
کزاں پس کہ بروے بگریند زار　　بھم باز گویند خویش و تبار
اس لئے کہ اس کے بعد جب روئیں گے　　تو اپنے اور خاندان والے آپس میں کہیں گے
کہ مسکیں در اقلیم غربت بمرد　　متاعے کزو ماند ظالم بُرد
کہ بے چارا پردیس میں مر گیا　　جو کچھ اس کا رہا اس کو ظالم لے گیا
بیندیش ازاں طفلک بے پدر　　وہ آہ دل درد مند ش حذر
اس لئے بے باپ کے بچے کے بارے میں غور کرے　　اور اس کے دردمند دل کی آہ سے
بسانام نیکو ئے پنجاہ سال　　کہ یک نام زشتش کند پائمال
بسا اوقات پچاس سا ل کا نیک کام　　برائی کا ایک نام اس کو پا مال کر دیتا ہے
پسندیدہ کاران جاوید نام　　تطاول نکردند بر مال عام
ہمیشہ نام باقی رکھنے والے عمدہ کا م کر نے والے　　عام لوگوں کے مال پر دست درازی نہیں کر تے ہیں
بر آفاق گر سر بسر باد شاست　　چومال از توانگر ستاند گداست
اگرچہ اطراف عالم پر بادشاہ ہے　　جب مالداروں کا مال چھینتا ہے تو فقیر ہے
بمُرد از تہید ستی آزاد مرد　　پہلوئے مسکیں شکم پُر نہ کرد
آزاد مرد مفلسی سے مر گیا　　لیکن کسی مسکین کے پہلو سے پیٹ نہیں بھرتا

☆☆☆

تذکرۃ الاولیاء

از حضرت فرید الدین عطارؒ

محمد واسع رحمتہ اللہ علیہ کے حالت ومناقب

تعارف: آپ عالم بھی تھے اور عارف کامل بھی۔ اور اپنے دور کے بے نظیر بزرگوں میں سے ہوئے ہیں نہ صرف یہ بلکہ آپ کو بہت سے تابعین سے شرف نیاز بھی حاصل ہوا اور بہت سے اہل طریقت کے مرشدین سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور شریعت وطریقت پر یکساں عمل پیرا رہے اور اس قدر قناعت پذیر تھے کہ خشک روٹی پانی میں گھول کر کھالیا کرتے اور فرماتے کہ خشک روٹی پر قانع کبھی مخلوق کا محتاج نہیں ہوسکتا اور خدا تعالیٰ سے عرض کیا کرتے کہ تو اپنے محبوب کی مانند مجھ کو بھی مسکین رکھتا ہے لیکن مجھے علم نہیں کہ یہ مرتبہ کیوں عطا کیا گیا ہے اور جب آپ بہت ہی بھوکے ہوتے تو حضرت حسن بصری کے یہاں پہنچ جاتے اور جو میسر آتا کھالیتے اور حضرت حسن کو بھی اس بے تکلفی پر بہت مسرت ہوتی۔ آپ کا مقولہ ہے کہ شب درو ز بھوکا رہنے والا بھوک کی حالت میں کبھی بھی ذکر الہٰی سے غافل نہ رہے۔

نصیحت: آپ نے فرمایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کردو اور پوری مخلوق کو محتاج تصور کرکے بھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرنا اور تم ان چیزوں کے پابند رہو گے تو بے نیاز ہوجاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہان کی سلطنت حاصل ہوجائے گی۔

آپ نے ایک دن حضرت مالک بن دینارؒ سے فرمایا کہ دنیا ودرہم پر نظر ڈالنے سے یہ زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے۔

ایک دن آپ قتیبہ بن مسلم کے یہاں اداؤنی لباس میں تشریف لے گئے اور جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اداؤنی کپڑا کیوں پہنا ہے تو پہلی مرتبہ آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال

کرنے پر فرمایا۔ میں زہد کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں۔لیکن اس لئے خاموش ہوں کہ اس میں اپنی تعریف اور حالت فقر کے بیان کرنے سے کہیں اللہ تعالیٰ سے شکوے کا پہلو نہ نکل آئے۔

ایک مرتبہ اپنے صاجزادے کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا کہ تم کس شےء پر نازاں ہو کہ اس قدر خوش ہو کیوں کہ تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دوسو درہم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ خدا کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔ پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو؟

خداشناسی: آپ سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ خداشناس ہیں۔آپ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ خداشناس تو حیران اور گم سم ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کو عزت عطا کر دیتا ہے جو کبھی غیر اللہ کی جانب توجہ نہیں کرتا۔لیکن خدا پر کسی کو اختیار نہیں ہے اور سچے کو اس وقت سچا نہیں کہا جا سکتا جب تک بیم ورجا کا پلہ مساوی نہ ہو جیسا کے حدیث شریف میں ہے۔ خیر الامور اوسطہا ہر شے کا درمیانی درجہ اچھا ہوتا ہے۔

باب۔۲ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے حالت ومناقب

حالت وتعارف :آپ صدق وصفا پر عمل پیرا صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضیت وکرامت بے اندازہ ہے۔ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا۔اور کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنے وقت ضائع ہونے کا مقروض سے حرجانہ وصول کرتے؛ اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لئے پہنچے تو وہ گھر پہ موجود نہ تھا۔اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے۔البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت ختم ہو چوکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے۔اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا بھلا میں کھانا کس طرح تیار

کروں؟ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض و مفروض لوگوں سے سود لے کر کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے۔ لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا۔ لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے۔ سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا تو ہنڈی یا سالن کی بجائے خون سے لبریز تھی اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بدبختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو شاہد بنا کر کہا کہ آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے۔ راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازیں کسنا شروع کئے کہ علیحدہ ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بد بخت نہ بن جائیں یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو فرمایا کہ تو مجھ سے مت بھاگو اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے تا کہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ رستہ دے دو۔ اب حبیب تائب ہو کر آ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گہنگاروں میں درج کر لے۔ آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کرا دیا۔ اس کے بعد آپ نے منادی کروادی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں لٹادی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل پر اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا۔ اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دیدی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی

تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنالیا تھا کے دن میں تحصیل کے لئے حسن بصری کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے چونکہ قرآن کریم کا تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ کو عجمی کا خطاب دے دیا گیا۔ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد و نوش کے لئے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے تو آپ مزدوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو؟ آپ نے جواب دیا جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ دس یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہو گی تو پوری اجرت دیدوں گا۔ پھر جب دس دن کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر جا کر کیا جواب دوں گا تو ایک طرف اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درہم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کے حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں سے کھانے کی خوشبو آ رہی تھی اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچا دیا یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی بے توجہ ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے تو اگر زیادہ دلجمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور ان کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

کراما ت : ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں آپ نے پوچھا تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہے۔ آپ نے اس سے وہ درہم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا

کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا ہے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔ اس کو گلے لگا کر پوچھا تو کہاں چلا گیا تھا۔ لڑکے نے کہا میں تو کرمان میں تھا اور میرا استاد گوشت لینے کے لئے بھیجا رستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے، ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔ اس ایک وقعہ سے آپ کی دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت فرید الدین عطار صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرے کہ اتنی عجلت کے ساتھ ہوا نے کس طرح پہنچا دیا تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب سلیمان کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا فاصلہ طے کر سکتا ہے اور بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان تک پہنچ سکتا ہے تو یہ واقعہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لے کر کھانا غربوں میں تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی۔ کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔

توکل: آپ کا مکان بصرے کے چوارہے پر تھا اور ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوارہے پر رکھ دئے اور خود کہیں نماز کے لئے چلے گئے۔ اتفاق سے حسن بصری کا اس طرف گزر ہوا تو آپ نے ان کا لباس شناخت کر کے خیال کیا کہ یہ تو حبیب عجمی کہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا اور اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لئے وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جب حبیب عجمی واپس آئے تو حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیئے اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ اسی بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے حفاظت کے لئے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری ایک مرتبہ حبیب عجمی کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے یہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آ پہنچا تو حضرت حبیب عجمی نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے

اٹھا کر سائل کو دیدی۔ اس پر حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر انہیں دینی چاہئے، بلکہ ٹکڑا توڑ کر دے دیتے۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوان نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم تھے۔ آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دئے اور کھانا حضرت حسن بصری کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے۔ اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصری سے فرمایا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔

مقام رضائے الٰہی :ایک مرتبہ حسن بصری مغرب کی نماز کے وقت یہاں پہنچے لیکن آپ نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے اور حسن بصری نے جب یہ دیکھا کہ آپ الحمد کے بجائے الہمد چھوٹی ہ سے قرات کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے آپ چونکہ قرآن کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے اس لئے آپکے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا۔ آپ نے پوچھا وہ کون سی رضا تھی؟ ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیب عجمی کی اقتداء کر لیتا تو تیرے لئے تمام عمر کی نمازوں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جب کہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حسن بصری حجاج بن یوسف کے شپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حبیب عجمی سے معلومات کیں تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حسن عبادت گاہ کے اندر ہے لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حسن کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ

سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب عجمی سے کہا کہ حجاج تم کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے چنانچہ پھر دوبارہ تلاشی لی لیکن ان کو نہ پا کر واپس آ گئے حضرت حسن نے باہر نکل کر حضرت حبیب سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا۔ انہوں نے جواب دیا کے چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لئے آپ محفوظ رہے اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔ یہ سن کر حضرت حسن نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیت الکرسی دو مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دو مرتبہ **آمن الرسوال** پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حسن کو تیرے حوالے کیا۔ تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔

صفائی قلب کی فضیلت : حضرت حسن بصری کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیب سے ملاقت ہو گئی انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حسن نے کہا کہ دریا پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کہ بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا حبیب کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے اور اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روز محشر پل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہو گی۔ پھر آپ نے دوسری ملاقت میں حضرت حبیب سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔؟ فرمایا کہ میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے

رہتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے میرے علم کا فائدہ اٹھایا لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا۔ حضرت عطاؒر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حبیب عجمی کا مقام حضرت حسن بصری سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شئے پر فضیلت عطا فرمائی ہے اسی وجہ سے حضور اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قل رب زدنی علما اے نبی کہیں کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی عطا کر اور جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودھواں درجہ کرامت کا ہے اور اٹھارواں اسرار و رموز کا۔ کیونکہ کرامت کا حصول عبادت سے متعلق ہے اور اسرار و رموز کا عقل و فکر سے جیسا کہ حضرت سلیمان کی حکومت ہر شے پر تھی۔ لیکن اتباع حضرت موسیٰ کی کرتے تھے اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں کی کتاب پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام حنبل کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمی بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر امام حنبل نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا۔ لیکن امام شافعی نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ڈالا۔ جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو گئی ہو اور یہ بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت حبیب عجمی نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضا کرے اس لئے کہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا۔ یہ سن کر امام شافعی نے کہا کہ میں نے اسی لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو

ایک مرتبہ تاریکی میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ اسی وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کر کے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا نہیں چاہتا۔

ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی۔ لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور ایک دن اسی کنیز سے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو، اس نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کی کنیز ہوں، فرمایا کہ تیس برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا، یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کر سکا۔

جس وقت آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگتے ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جب کہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہو اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوگی اور جس کو تجھ سے انس نہ ہو اس کو کسی سے انس نہ ہوگا۔

لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کہ تمام امور سے دستبردار ہو چلے ہیں تو یہ بتائے کہ رضا کس شے میں ہے؟ فرمایا کہ رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔

ایک خونی تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اسی شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے قتل کا ارتکاب کیا تھا پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے۔ اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حبیب عجمی ادھر آ نکلے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔

باب۔ ۷ حضرت ابوحازم مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف: آپ مخلص اہل تقویٰ میں سے تھے۔ مشائخ کے مقتدا اور فقر وغنا کے حامل تھے۔ مجاہدات ومشاہدات میں اپنی نظر آپ ہی تھے۔ اور آپکا کلام لوگوں پر اثر انداز ہوتا تھا۔ طوالت عمر کی وجہ سے بہت سے مشائخ اقتدا فرمائی۔ انہیں میں عثمان مکی بھی آپ کے مداحوں سے

تھے۔یوں تو آپ کا تذکرہ بہت سی کتب میں ہے لیکن ہم حصول سعادت کے لئے مختصر سے حالات بیان کئے دیتے ہیں۔آپ کو بہت سے صحابہ کرام کے علاوہ حضرت انس بن مالک وحضرت ابو ہریرہ سے شرف نیاز حاصل ہوا ہے۔

ارشادات : ہشام بن عبدالملک نے آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکے؟ فرمایا کہ حلال جگہ سے جو دام حاصل ہوا اس کو حلال جگہ ہی خرچ کرو۔اس نے کہا کہ اتنا دشوار کام کون کر سکتا ہے؟ فرمایا کہ جس کو جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف رکھتے ہوئے رضائے خداوندی کی طلب ہوگی۔آپ فرمایا کرتے کہ دنیا سے اجتناب کرو کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ جو عبادت گزار دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے اس کو روز محشر کھڑا کر کے ملائکہ یہ منادی کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ شے کو پسند کیا۔فرمایا کہ دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جس کا انجام غم واندوہ نہ ہو کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی جس کا انجام حزن وملال نہ ہو اور دنیا کی حقیر سے حقیر شے بھی انسان کو اپنی جانب اس درجہ مائل کرتی ہے کہ جنت کی بڑی چیز بھی توجہ کا باعث نہیں بنتی فرمایا کہ تمام چیزوں کا دارومدار دو چیزوں پر منحصر ہے ایک تو وہ جو میرے لئے ہے اور دوسری وہ جو میرے لئے نہیں ہے ؟ فرمایا کہ جس کو جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف رکھتے ہوئے رضائے خداوندی کی طلب ہوگی کہ تمام چیزوں کا دارومدار صرف دو چیزوں پر منحصر ہے۔ایک تو وہ جو میرے لئے ہے اور دوسری وہ جو میرے لئے نہیں ہے۔خواہ میں اس شے سے کتنا ہی دور نہ بھاگوں پھر بھی وہ مجھ تک پہنچے گی اور جو دوسروں کے لئے ہے خواہ میں اس کے حصول میں کتنی ہی سعی کیوں نہ کرلوں وہ مجھے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔فرمایا اگر میں دعا کرنے سے محروم ہو جاؤں تو اس کی عدم قبولیت سے مجھ پر شدید مشکلات آپڑیں۔فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے دور کی پیداوار ہو جو فعل کو چھوڑ کر قول پر

راضی ہو جاتے ہیں اور عمل کو ترک کر کے علم پر مسرور ہونے کا دور ہے۔ اس لئے تم بدترین لوگوں میں اور بہترین دور میں ہو۔

ایک شخص نے جب حال دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا حال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مخلوق سے بے نیاز رہنا ہے اور جو خدا تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے وہ مخلوق سے بے نیاز رہتا ہے۔ آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک دین قصاب کی دکان کی جانب سے جس کے پاس بہت عمدہ گوشت تھا گذر ہوا اور آپ کی نگاہ گوشت کی طرف اٹھ گئی تو قصاب نے عرض کیا کہ بہت نفیس گوشت ہے خرید لیجئے۔ فرمایا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے اس نے عرض کیا کہ قرض لے جائے۔ فرمایا کہ پہلے میں اپنے نفس کو قرض کی مہلت پر تو راضی کر لوں اس نے کہا کہ بس اس غم میں آپ سوکھ گئے اور ہڈیاں نکل آئیں۔ فرمایا کہ اس کے باوجود میں قبر کے کیڑوں کے لئے بہت کافی نہیں۔

ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں خواب میں حضور اکرم کی زیارت سے مشرف ہوا اور حضور آپ تک ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق نظر انداز نہ کریں کیونکہ یہ حج کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا واپس جائیے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھئے۔ چنانچہ وہ حج کا قصد ترک کر کے واپس ہو گئے۔

باب۔۸ حضرت عتبہ بن غلام رحمتہ اللہ علیہ کے حالت و مناقب

تعارف : آپ کا شمار اہل باطن کمال میں ہوتا ہے اور آپ حضرت حسن بصری کے تلامذہ میں سے تھے اور آپ کا طریقہ مقبول خاص دعا تھا۔

راضی بر ضائے الٰہی : ایک مرتبہ حسن بصری کے ہمراہ دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ اچانک پانی کے اوپر چلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن حیرت زدہ رہ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ آپ تو صرف وہ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے لیکن میں وہ امور انجام دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ بحر تسلیم و رضا

میں غرق رہے تھے۔

احساس زیاں: آپ اس طرح تائب ہوئے کہ کسی حسین عورت پر فریفتہ ہوئے اور اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہ... دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعہ دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کون سا حصہ دیکھا ہے؟ آپ نے کہا تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔ اس جواب کے بعد اس نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے اوپر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور حسن بصری کی خدمت میں پہنچ کر تائب ہوئے اور فیوض باطنی سے بہرہ ور ہو کر مشغول عبادت رہے خود اپنے ہاتھ سے جو کی کاشت کرتے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے آٹا پیس کر پانی میں تر کر کے دھوپ میں خشک کر لیا کرتے اور پورے ہفتہ ایک ایک ٹیکہ کھا کر عبادت میں مشغول رہتے اور فرمایا کرتے کہ روزانہ رفعِ حاجت کے لئے جانے سے کراماً کاتبین کے سامنے شرم آتی ہے۔

لوگوں نے ایک مرتبہ موسم سرما میں صرف ایک کرتے میں دیکھا اور اس کے باوجود آپ کا جسم پسینہ سے شرابور تھا اور جب اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مدت گزری کہ میرے یہاں کچھ مہمان آئے اور انہوں نے بلا اجازت میرے ہمسایہ کی دیوار میں سے تھوڑی سی مٹی لے لی۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک جب بھی میری نظر اس کی دیوار پر پڑتی ہے تو میں شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ حالانکہ میرا ہمسایہ معاف کر چکے ہے۔

لوگوں نے عبدالواحد بن زید سے سوال کیا کہ آپ کسی ایسے فرد سے واقف ہیں جو اپنے حال میں مست رہتے ہوئے دوسرے کے حال سے بے خبر رہے۔ فرمایا کہ ہاں تھوڑی دیر انتظار کرو۔ وہ بھی آتا ہے چنانچہ سامنے سے حضرت عتبہ تشریف لے آئے اور لوگوں نے جبان سے سوال کیا کہ راہ میں کس کس سے ملاقات ہوئی تو جواب دیا کہ مجھ کو تو کوئی نہیں ملا۔ حالانکہ آپ بازار کی جانب سے آ رہے تھے۔

آپ نہ کبھی عمدہ کھانا کھاتے اور نہ کبھی اچھا لباس پہنتے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے فرمایا اے

عتبہ اپنی حالات پر رحم کر۔آپ نے عرض کیا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ روز محشر مجھ پر رحم کیا جائے جو ہمیشہ کے لئے سودمند ہو۔دنیا تو چندروزہ ہے اگر یہاں کی تکالیف سے قیامت کی تکالیف کا ازالہ ہو جائے تو بڑی خوش بختی ہے۔متواتر کئی رات بیدار رہ کر یہ جملہ دہراتے رہے کہ اے اللہ خواہ مجھ کو عذاب میں مبتلا کر یا معاف فرمادے   ہر حال میں تو میرا دوست ہے۔ایک مرتبہ خواب میں ایک حور کو یہ کہتے دیکھا کہ اے عتبہ میں تم پر فریفتہ ہوگئی ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم کبھی ایسا کام نہ کرنا جو ہماری جدائی کی شکل میں نمودار ہو۔فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا اور تجھ سے وصال کے وقت کبھی دنیا کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔

کرامت: ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں اگر اپنی کوئی کرامت دکھادیں تو بہتر ہے۔آپ نے پوچھا کہ بتا کیا طلب ہے؟ اس نے عرض کیا کہ تازہ کھجور کی خواہش ہے حالانکہ وہ کھجور کی فصل نہیں تھی۔آپ نے فرمایا یہ لے اور ایک تازہ کھجور سے بھری ہوئی تھیلی اس کو دے دی۔

سفر آخرت :ایک دن حضرت سماک اور حضرت ذالنورین حضرت رابعہ بصری کے یہاں تشریف فرماتھے حضرت عتبہ نیالباس زیب تن کئے اکڑتے ہوئے پہنچے تو حضرت سماک نے پوچھا کہ یہ آج کیسی چال چل رہے ہو؟ فرمایا کہ میرا نام غلام جبار ہے اس لئے اکڑ کر چل رہا ہوں اور یہ کہتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور جب لوگوں نے پاس جا کر دیکھا تو آپ مردہ تھے۔اس کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ نصف چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے اور آپ سے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ دور طالب علمی میں بغیر داڑھی مونچھوں والے ایک خوبصورت لڑکے کو غور سے دیکھا تھا چنانچہ جب مرنے کہ بعد مجھے جنت کی جانب لے جایا جا رہا تھا تو جہنم سے گزرتے ہوئے ایک سانپ نے میرے رخسار پر کاٹتے ہوئے کہا کہ بس ایک نظر دیکھنے کی ہی سزا ہے۔اور اگر کبھی تو اس لڑکے کو زیادہ توجہ سے دیکھتا تو میں بھی تجھے زیادہ اذیت پہنچاتا۔

فتوح الغیب

از حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

کشف و معاہدہ: حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام اور ابدالین سے افعال خداوندی میں سے بعض ایسی چیزیں منکشف ہوا کرتی ہیں جو خرق عادات و رسوم ہونے کے ساتھ ساتھ محیر العقول بھی ہوا کرتی ہیں اور وہ دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ اول جلالی۔ دوم جمالی

جلالی تو وہ ہیں کہ جن میں خوف و بیکلی اور بے آرامی پیدا ہو۔ اور تزلزل کی کیفیت پیدا ہوا کر قلب پر اتنا شدید غلبہ ہو کہ ان سے اعضاء تک متاثر ہو جائیں جیسا کہ حضور اکرامؐ کے لئے مردی ہے کہ جس وقت آپ حالت نماز میں ہوتے تھے تو شدت خوف کی وجہ سے آپ کہ سینہء مبارک سے ایسی آواز نکلا کرتی تھی جیسے کھد کا پڑتی ہوئی ہنڈیا میں سے نکلا کرتی ہے۔ کیونکہ اس وقت آپ پر خدا کی عظمت و جلال کا انکشاف ہوا کرتا تھا اور بالکل یہی کیفیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عمرؓ کے لئے منقول ہے۔

اور مشاہدۂ جمالی یہ ہے کہ قلب پر انوار و سرور اور الطاف کی تجلیات منعکس ہوتی رہیں۔ اور لذت آمیز گفتگو۔ مانوس باتیں۔ عظیم بخششیں۔ بلند منازل اور قرب الی اللہ سے قلب کو طمانیت و فرحت حاصل ہوتی رہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی طرف انجام کار لوٹنا ہے۔ اور جن کے حق میں روز ازل ان چیزوں کو قلم بند کر کے خشک ہو چکا ہے اور خدائے تعالیٰ تا دم مرگ اپنے فضل و کرم سے اولیاء و ابدالین کو ایسی حالت پر قائم رکھتا ہے کہ خدا کی محبت اور شوق کی شدت ان کو حدود شکنی پر مجبور نہ کر دے اور انکی موجودہ حالت زوال پذیر ہو کر ہلاکت کا باعث بن جائے۔ یا آداب بندگی بجالانے ان سے تساہل و کوتاہی کا ظہور ہونے لگے اور یہ اپنی اسی حالت پر فوت ہو جائیں۔ یہ چیزیں تو ان کے ئے لطف و رحمت کے اعتبار سے ایک خاص قسم کا علاج ہیں جن کے قلوب کو تربیت دے کر دلداری منظور ہوا کرتی ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے حق میں حکیم۔

لطیف۔ علیم اور رؤف ورحیم ہے جیسا کہ حضور اکرمؐ حضرت بلالؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بلال اقامت کہوتا کہ ہم نماز میں داخل ہوکر جمال خداوندی کا مشاہدہ کرسکیں اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

قلبی کیفات: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایک تو خدا کی ذات ہے اور ایک تمہارا ذاتی نفس ہے جو تمہیں خطاب کرتا رہتا ہے نفس خدا کا معاندو مخالف ہے اور ہر شی خدا کی تابع ہونے کی وجہ سے نفس بھی خدا کی مخلوق وملکیت ہے۔ لیکن چونکہ نفس کا مقتضاء تمنائیں شہوتیں اور لذتیں ہوا کرتی ہیں اس لئے تم جب نفس کی مخالفت کرتے ہوئے خدا کی موافقت کروگے تو یقنی طور پر تم رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نفس کے دشمن بن جاؤ گے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ ''اے داؤدؑ میں تمہارا دمساز وچارہ ساز ہوں لہٰذا تم بھی اپنے چارہ ساز کو مستحکم پکڑلو اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب تم اپنے نفس سے دشمنی مول لے لو اور تمہاری دوستی اور عبودیت بھی اسی وقت مستحق ہوسکتی ہے۔ جس کے بعد تمہیں پاکیزہ اور مصفاّ اور خوشگوار حصہ عطا کردیا جائے گا اور تمہیں محترم ومکرم بنا کر تمام چیزوں کو اس طرح تمہارے تابع کردیا جائے گا کہ وہ سب چیزیں تمہاری خدمت پر مامور ہوجائیں گی۔ کیونکہ ہر شی خدا ہی کے تابع اور اس کی موافقت میں ہے۔ اور وہی ان کا خالق اور از سرنو پیدا کرنے ولا ہے اور تمام چیزیں اس کی عبودیت کی مقر ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر شی خدا کی تسبیح وحمد کرتی رہتی ہے لیکن ان کی تسبیح تمہارا فہم سے بالاتر ہے اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمینوں سے کہا کہ **طوعاً وّکرھاً** میری اطاعت کے لئے آجاؤ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت گذار بن کر حاضر ہیں لہٰذا عبادت کا تکملہ ہی یہ ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرتے رہو۔ جیسا کہ ایک جگہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ خواہشات کی اتباع نہ کرو یہ تمہیں خدا کے راستے سے بھٹکا

دیں گی ایک حدیث قدسی میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنی خواہشات کو ترک کردو اس لئے کہ یہ جھگڑے اور فتنے کی چیزیں ہیں۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے جب رب العزت کو عالم رویا میں دیکھا تو دریافت کیا کہ کون سا راستہ آپ تک پہنچانے والا ہے چنانچہ جواب ملا کہ اپنے نفس کو چھوڑ کر آجا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو سانپ کی کینچلی کی طرح چھوڑ دیا لہٰذا بھلائی اسی میں ہے کہ اپنے نفس کی مخالفت کرتے رہو۔ اور حقیقت میں تقوے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اپنے نفس کے مخالف بن کر مخلوق کے مشتبہ اور حرام مال سے کنارہ کش رہو۔ لوگوں کے احسانات سے گریز کرو۔ لوگوں پر اعتماد کرنے ان سے خوفزدہ ہونے ان سے امیدیں وابستہ کرنے اور جو کچھ قلیل سی متاع انکے پاس ہے اس کی حرص سے اجتناب کرتے رہو اور ہدیہ وزکوۃ صدقات وکفارہ نیز نذر قبول کرنے کی امیدیں منقطع کرلو۔ اور اپنے ارادے کو بھی مخلوق سے مکمل طور پر ختم کردو۔ حتیٰ کہ اگر تمہارا کوئی دولت مند عزیز بھی ہو اور اس سے تمہیں ترکہ ملنے کی امید ہے تو اس کے مرنے کی تمنا نہ کرو۔ اور جس طرح ممکن ہو سکے مخلوق سے کنارہ کش ہو جاؤ اور ان کو کھلنے اور بند کرنے والے دروازوں کی طرح یا اس درخت کی طرح جو بھی تو پھلتا ہے اور کبھی نہیں پھلتا تصور کرلو اور چونکہ یہ تمام افعال فاعل کے فعل اور تدّبر سے ہی وقوع پذیر ہوا کرتے ہیں اور وہ فاعل حقیقی تنہا خدا کی ذات ہے

لیکن یہ بات بھی ہرگز فراموش نہ کرو کہ نیک وبد افعال کا کوئی بھی اختیار انسان کو نہیں ہے ،تا کہ تم جبریہ فرقہ میں شامل نہ ہو جاؤ۔ مگر یہ عقیدہ ضرور رکھو کہ کسی بھی فعل کا اتمام مشیتِ ایزدی کے بغیر نہیں ہوا کرتا۔ تا کہ تم کو خدا کو فراموش کر کے انہیں کی عبادت نہ کرنے لگو۔ اور یہ عقیدہ بھی اختیار نہ کرو کہ کوئی بھی کام خدا کی عطا کردہ قدرت کے بغیر ہی محض اپنی ذاتی

قوت وسکت سے انجام پذیر ہوسکتا ہے یہ عقیدہ تمہیں کافر بنا کر قدریہ فرقے میں داخل کر دے گا۔ البتہ اتنا ضرور کہہ سکتے ہو کہ افعال کا تو ذات باری ہی ہے لیکن ان افعال کو انجام دینے والے بندے ہیں جیسا کہ احادیث میں ثواب وعذاب کی جزا کے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ خدائی احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے حصہ کو بندوں سے جدا کرلو اور احکام الٰہیہ سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ کیونکہ خدا کی حکمرانی تمہارے اوپر بھی ہے اور دوسروں پر بھی۔ لہٰذا تمہیں ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ تم خود ہی حکمران بن کر بیٹھ جاؤ۔ اس لئے کہ ان بندوں میں تمہاری شمولیت مقدر ہوچکی ہے اور چونکہ مقدر تاریک ہوا کرتا ہے اس لئے تاریکی میں روشنی لے کر داخل ہونا چاہیئے اور وہ روشنی خدا کی کتاب اور حضورؐ کی سنت ہے اس سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔

پھر اگر تمہارے قلب میں کوئی وسوسہ جنم لے یا کوئی الہامی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر دیکھ لو۔ اگر وہ شرعی اعتبار سے حرام ہو مثلاً زنا کا خیال پیدا ہو یا سود لینے کی خواہش بیدار ہو جائے یا فساق وفجار سے تعلقات قائم کرنے کا خیال پیدا ہو وغیرہ۔ تو چونکہ یہ چیزیں حرام ہیں اس لئے لن سے احتراز واجتناب کرنا فرض ہے اور اس قسم کے وسوسوں کو دل میں جگہ نہ دیتے ہوئے ہرگز ان پر عمل نہ کرو۔ اس لئے کہ اس قسم کی تمام چیزیں منجانب شیطان ہوا کرتی ہیں۔

اور جن چیزوں کو کتاب وسنت میں جائز پاؤ مثلاً کھانے پینے اور نکاح کرنے کی خواہشات پیدا ہوں تو انکو بھی قبول نہ کرو اور یقین رکھو کہ یہ سب نفسانی خواہشات ہیں اور تم کو نفس کی معاندت ومخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور اگر کتاب وسنت میں کسی شئے کی حرمت واباحت نہ مل سکے بلکہ وہ کسی ایسی چیز ہو کہ جس کے متعلق تم خود ہی یہ فیصلہ نہ کرسکو کہ اس کام کو کرنا چاہئے مثلاً یہ خیال پیدا ہو کہ فلاں جگہ چلنا چاہئے یا فلاں نیک مرد سے ملاقات کرنی چاہئے۔ جب کہ تمہیں نہ تو اس شخص سے ملاقات کی کوئی ضرورت ہے اور نہ اس جگہ جانے کی کوئی حاجت

ہے کیونکہ تم ان سے اس لئے مستغنی ہو چکے ہو کہ رب العزت نے تمہیں اپنی بے بہا نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے تصورات پر عمل کرنے میں توقف کرتے ہوئے تعجیل سے کام نہ لو اور تمہارے قلب ہی کی یہ آواز ہو کہ یہ تصور بھی خدا ہی کا پیدا کردہ ہے تو اس وقت تک انتظار کرو۔ جب تک کہ دوبارہ یہ خیال پیدا نہو۔ یا ایسی علامت ظاہر نہ ہوں جو عارفین باللہ پر ظاہر ہوا کرتی ہیں یا انہیں وہی ابدال معلوم کر سکتے ہیں جن کو وقت ادراک عطا فرمائی گئی ہے اور اس کام کے انجام دینے میں اس لئے عجلت نہ کرو کہ تم نتائج اور مشیت الٰہی سے قطعاً بے خبر ہو۔ نہ معلوم کس فتنہ اور ہلاکت میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش مقصود ہو اور اس وقت تک صبر سے کام لو جب تک کہ مکمل طور پر انشراح نہ ہو جائے کیونکہ فاعل حقیقی تو تمہارے اندر خدا تعالیٰ ہے۔ لہٰذا جب وہ فعل خدا کے لئے مخصوص ہو چکا اور تمہاری وہاں تک رسائی بھی ہو گئی تو اگر اس وقت کوئی فتنہ بھی پیش ہوگا تو تمہیں بچا لیا جائے گا۔

کیونکہ خدا تعالےٰ اپنے فعل پر تمہیں کسی قسم کی سزا نہیں دے گا اس لئے کہ سزا تو اس عمل پر دی جاتی ہے جو تمہارے ذاتی عزم و اختیار سے ہو اور اگر تمہاری حقیقی حالت ولایت پر فائز ہونے کی ہے تو اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے خدائی احکام کی اتباع کرتے رہو۔ پھر اتباع کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ خواہش نفس سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے خورد و نوش کے لئے صرف اسی قدر حصہ مقرر کر لو جو تمہاری زندگی کے لئے کفایت کر سکے اور گناہوں کو ترک کر کے فرائض کی ادئیگی کی جانب توجہ مبذول رکھتے ہوئے اپنے باطن کو سنوار لو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود کو باطنی امر پر مامور کر لو اور یہی وہ امر ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرماتا ہے اور یہی امر اس اباحت پر بھی نافذ ہوتا ہے جس کے لئے شریعت میں کوئی حکم نہیں ملتا۔ یعنی نہ تو وہ ممنوعہ ہے اور نہ

واجب بلکہ مہلات میں سے ہوا کرتا ہے اور جس میں بندے کو تصرف وعدم تصرّف کرنے کا اختیار عطا کر دیا جاتا ہے۔ اور اس مفہوم کے اعتبار سے اس کو مباح ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن بندہ اپنی جانب سے اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کر سکتا۔ بلکہ حکم کا انتظار کرنا چاہئے جس وقت بھی حکم مل جائے اس کی پا بجائی کر لے۔ ایسی صورت میں بندے کی تمام حرکات وسکنات خدا ہی کی جانب سے ہوں گے جس کا شرعی طور پر حکم ہے۔ لیکن جس کا حکم شریعت میں معدوم ہو۔ اس کو کسی طرح بھی عمر باطن نہیں کہا جا سکتا وہ مجرّد فعل الٰہی اور حالت تسلیم و رضا ہے۔ اور اگر بندہ ,,حق الحق۔ کی منزل میں ہے جس کو فنائیت کی منزل کہا جاتا ہے تو یہ منزل ان ابدالوں کی ہے جن کے قلوب خدائے تعالیٰ کے لئے مردہ اور شکستہ ہو چکے ہیں اور وہی لوگ حقیقت میں موحدین ہیں۔ عارفین ہیں صاحب علم وعقل ہیں امر کے سردار ہیں۔ مخلوق کے محتسب و نگہبان ہیں اور صحیح معنوں میں خدا کے نائب ہیں اور انہیں کو محبّان الٰہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس منزل میں امر الٰہی کی پیروی کا مفہوم یہی ہے کہ بندہ خود اپنا ہی مخالف بن جائے اور دنیا و مافیہا کی ہر شے کو ٹھکرا دے پھر وہ ملک کا غلام نہیں بلکہ بادشاہ کا غلام بن جاتا ہے خواہشات کی غلامی کے بجائے حکم کا بندہ بن جاتا ہے اور اس کی حالت بالکل ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے دائی کے ہاتھوں بچہ ہوا کرتا ہے یا غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں مردہ یا طبیب کے سامنے مریض اور اوامر و نواہی کے علاوہ اس پر ایک بخیودی و مدہوشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

خواہشات کیا ہیں: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے قلب میں فقر و غربت کے باوجود خواہش نکاح بیدار ہو اور تم اس بار کے متحمل بھی نہ ہو سکتے ہو تو صبر وضبط سے کام لے کر خدائے تعالیٰ کی جانب سے فراخی اور کشادگی کا انتظار کرو۔ کیونکہ اسی کی قدرت سے تمہارے اندر یہ خواہش بیدار ہوئی ہے لہٰذا وہی تمہاری حفاظت کرتے ہوئے یا تو اس خواہش کو فنا کر دے گا یا اس خواہش کے اسباب و وسائل مہیا کر دے گا جس میں

نہ تو دنیاوی مشقت برداشت کرنی پڑے گی اور نہ اُخروی۔ اور یہ انعام محض تمہارے صبر وشکر کی وجہ سے تم کو عطا کیا جائے گا۔ جو تمہارے لئے ہر اعتبار سے قبل تبریک وتہنیت ہوگا۔ پھر اگر وہ شے تمہاری قسمت میں ہوگی تو اس میں سے تمہارا حصہ ضرور ملے گا۔ جو تمہارے لئے کفایت کرنے والا اور بابرکت ہوگا۔ اور تمہارے صبر کو شکر میں تبدیل فرما دیا جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے شکر کرنے والوں سے زیادہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرتے رہو گے تو ہم مزید عطا کرتے رہیں گے اور اگر تم نے ناشکری کا ثبوت دیا تو ہم تمہیں عذاب میں مبتلا کردیں گے جو بہت ہی شدید ہوگا۔

پھر اگر وہ شئے تمہارے مقدر ہی میں نہیں ہے تو اس کا خیال بھی تمہارے قلب سے محو کر دیا جائے گا خواہ نفس کا مقتضی ہو یا نہو۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ ہر حال میں صبر پر قائم رہ کر خواہشات کی مخالفت کرتے رہو اور اوامر پر استحکام کے ساتھ قائم رہتے ہوئے خود کو قضا وقدر کے حوالے کر کے خدا کے فضل وکرم کے امیدوار ہو جیسا کہ خدا کا حکم ہے کہ۔ ہم صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا کریں گے۔

انحراف کرنے کی سزا: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں باری تعالیٰ دولت عطا فرمادے اور تم اس کے مشغلوں میں اطاعت الٰہی سے گریزاں ہو جاؤ تو باری تعالیٰ تمہیں اپنے قرب سے محروم کر کے دنیا وآخرت میں ہمیشہ شرمندہ کرے گا، اور بہت ممکن ہے کہ وہ دولت ہی تم سے سلب کر کے تمہیں ایسی حالت میں تبدیل فرما دے کہ تم محتاج وفقیر ہو کر رہ جاؤ۔ کیونکہ منعم حقیقی سے اعراض کر کے حب مال میں مبتلا ہو جانے کی بھی سزا ہوا کرتی ہے۔ اور اگر دولت مند ہونے کے باوجود تم اطاعت خداوندی میں مصروف رہو گے تو یہی دولت تمہارے لئے خدا کی جانب سے بطور رہبہ کے ہو جائے گی اور اس میں سے ایک حُبّہ بھی کم نہیں ہوگا۔ پھر تم دنیا میں خدا کے خادم بن کر عیش وراحت کے ساتھ بسر کرو گے اور آخرت میں بھی تم کو خوشحال اور صاحب تکریم رکھتے ہوئے صدیقین شہداء اور صالحین کی معیت عطا کر دی جائے گی۔

☆☆☆

فیض صحبت اولیاء

مولانا ڈاکٹرسید عثمانی قادری ناظم لطیفیہ عربک کالج ،حضرت مکان ویلور

فیض صحبت اولیاء کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو کسی کتاب میں نہیں ملتا اور جو صرف اولیاء کی صحبت سے ملتا ہے۔
درسی کتب کے پڑھ لینے سے علم وحکمت آسکتی ہے لیکن قلب نفس کی طہارت وپاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی
۔خالق کائنات نے انسان کے اندر دیگر قوتوں کے ساتھ طبیعہ بھی رکھی ہے۔طبیعت کی تین حالتیں ہیں
بعض کی طبیعت میں جانوروں کی سی خصلتیں زیادہ ہوتی ہیں اور ان کا غلبہ رہتا ہے اسی کا نام نفس امارہ
ہے اور بعض کی طبیعتوں میں دونوں رہتی ہیں کبھی ان کی طبیعت جانوروں کی طبیعت کی طرف مائل ہوتی
ہے تو کبھی فرشتوں کی طرف مائل ہوتی ہیں ،اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں چند ایسے پاکیزہ نفوس ہوتے ہیں
کسی معاملہ میں شریعت کی خلاف ورزی نہیں کرتے ۔اللہ کو جو منشاء ہو وہی ان کی بھی خواہش ہوتی ہے
اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

یہی حال عقل اور قلب کا بھی اس پر بھی شیطان کا عمل اور دخل ہوتا ہے اور وہ راہ حق اور راہ راست پر چلنے
سے قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑا کرتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے انسان کو گمراہ کردیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں قلب ونفس کی صلاح وتربیت کا کام کسی اہل دل صاحب نظر ہی نہیں کرسکتا
ہے اور اس کی فیض صحبت سے شیطان کے حملوں سے بچ سکتا ہے۔

سر محمد اقبال فرماتے ہیں

دیں مجو اندر کتاب اے بے خبر　　علم وحکمت زس کتب دے از نظر

دین کتابوں میں نہ ڈھونڈو بلکہ اہل دین کی نظر میں ڈھونڈو بلکہ حضرت قربی نے فرمایا ،اے عزیز بدعقیدہ
اور گمراہ لوگوں کی صحبت میں ہرگز نہ رہ۔ان کی صحبت میں رہنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اژدھا مگرمچھ
اور شیر کی صحبت میں رہے ،اس لئے کہاں جاؤں جانوروں کی صحبت میں تمہیں جسم پر زخم تو ہوسکتا ہے لیکن
ان بے دین گمراہ افراد کی صحبت اور ہمنشینی میں تمہارا ایمان اور دین ضائع ہوجائے گا ہمیشہ مرشد کامل کی
صحبت میں رہ اس کے ساتھ تیرے رہنے میں ایک ساعت ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

معارف شمس وتبریز

مرتب حکیم محمد اختر صاحب

حیات سرمدی جان عاشقاں

شعر۴۹ تاابداز دوست سبز وتازہ ایم — ایں بہار نیست کورا دے رسد

ترجمہ و تشریح قیامت تک حق تعالیٰ شانہ کی رحمت لازوال سے ہم سبز وتازہ ہیں یہ بہار قرب حق و بہار دنیاوی نہیں ہے جس کو خزاں ختم کر سکے۔

باشد ایں ہنگامہ ہردم گرم تر

اللہ تعالیٰ کی محبت کا بازار تو ہردم گرم رہتا ہے برعکس دنیاوی خوبان کا بازار کہ زوال حسن سے ان کے عاشقوں کا بازار سرد پڑ جاتا ہے۔

گیا حسن خوباں دلخواہ کا — ہمیشہ رہے نام اللہ کا

رنگ تقویٰ رنگ طاعت رنگ دیں — تا ابد باقی بُوَد بر عابدیں

رنگ شک و رنگ کفران و نفاق — تابد باقی بود ہر جان عاق

(رومیؒ)

ترجمہ: تقویٰ اور طاعت اور دین کا رنگ عاشقان حق کی جانوں پر قیامت تک باقی رہے گا اور کفر و شک اور نفاق کی ظلمت کا رنگ نافرمانوں کی جانوں پر ہمیشہ رہے گا۔

شعر۵۰ من بمردم زیں حیات منقضی — تاحیات باقیم در پے رسد

ترجمہ و تشریح میں نے اپنے نفس کو مردہ کرلیا ہے یعنی اس حیات فانی کے تقاضائے شہوانیہ کو مغلوب کالعدم کردیا، پس میں زندہ رہتے ہوئے بھی گویا مردہ جان ہوں لیکن یہ افناء نفس چونکہ حق تعالیٰ کی مرضی کے لئے ہے جو باقی ذات ہے لہٰذا یہ فنا سبب بقا کا ہوگیا مَا عِنْدَ کُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاق جس نے **مَا عِنْدَ کُمْ کو مَا عِنْدَ اللّٰہ** پر فدا کردیا وہ اور اس کا فدا کردہ سب باقی ہوگیا وہ

ایسے باقی ہیں کہ ان سے تعلق کامل رکھنے والا بھی دولت بہار لازوال باقیہ سے مالا مال ہو جاتا ہے

شعر۵۱ عاشقاں پیدا ودلبر ناپدید — درہمہ عالم چنیں عشقے کہ دید

ترجمہ وتشریح عاشقان خدا تو ظاہر ہیں اور محبوب حقیقی حق تعالیٰ شانہ مستور ہیں کائنات میں ایسا عشق کس نے دیکھا ہے یعنی ہمارے اعمال وضو۔ نماز روزہ، حج جہاد وغیرہ تو ظاہر ہیں اور جن کے لئے ہمارے جان ومال فدا ہوتے ہیں وہ ذات پاک نگاہوں سے مخفی ہے۔

آثار غم محبوب حقیقی

شعر۵۲ نارسید یک لبے برلعل دوست — صد ہزاراں روح برلبہا رسید

ترجمہ و تشریح ۔محبوب حقیقی تک نارسائی کے سبب سو ہزار روحیں شدۂ غم فراق سے عاشقوں کے لبوں تک پہنچ گئیں

شعر ۵۳ ناگرفتہ درکنار اور ایکے — صد ہزاراں جان زقالبہا رسید

ترجمہ و تشریح حق تعالیٰ کی ایک ذات ایسی ہے کہ ان سے جدائی میں صد ہزار جانیں قالب سے یعنی ابدان سے جدا ہو چکی ہیں۔

شعر ۵۴ ناکشید دامن معشوق غیب — دل ہزاراں محنت و ضربت کشید

ترجمہ و تشریح جو محبوب حقیقی سے دور ہے اس کے دل پر دنیا کے ہزاروں فکر وغموں کی مار پڑتی رہتی ہے لہٰذا ؎

؎ غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

یعنی صرف حق تعالیٰ کے تعلق سے ہی قلب کو سکون مل سکتا ہے۔

شعر ۵۵ از وصالش ناچشید شربتے — صد ہزاراں زہر ہر عاشق چشید

ترجمہ و تشریح حق تعالیٰ کی راہ میں حصول رضاء کی خاطر ہر عاشق نے مجاہدات کے سو ہزار زہر چکھے۔ یعنی نفس کی لذات کو ترک کرنے کا غم برداشت کیا۔

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں — تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں (مجذوب)

ہزار خون تمنا ہزار ہا غم سے　　دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے (اختر)

شعر ۵۶　ناشگفتہ از گلستانش گلے　　صد ہزاراں خار در سینہ خلید

ترجمہ و تشریح جس عاشق کا پھول حق تعالیٰ کے بہار گلستاں سے نہ شگفتہ ہوا سو ہزار کانٹے اسکے سینے میں چبھ گئے

شعر ۵۷　خار اُواز جملہ گلہادست بُرو　　قفل او دلکش ترست از صد کلید

ترجمہ و تشریح جس خار کو ان کے باغ سے نسبت ہے وہ بوجہ بے نیازی اپنا ہاتھ گلوں سے ہٹا لیتا ہے۔ اور محبوب حقیقی کا تو قفل بھی سیکڑوں کنجی سے دلکش ہے۔

''در بیانِ مقام قرب حقیقی''

شعر ۵۸　ردّ او بہ از قبول دیگراں　　لعل و مروارید سنگش را مرید

ترجمہ و تشریح محبوب حقیقی کا رد فرمانا دوسروں کے قبول کرنے سے بہتر ہے اور لعل و موتی اس کے سنگ در کے مرید ہیں۔

شعر ۵۹ ایں سعادتہائے دنیا ہیچ نیست　　آں سعادت جو کہ دارد بوسعید

ترجمہ و تشریح دنیا کی یہ سعادتیں اور راحتیں کچھ نہیں ہیں وہ سعادت تلاش کرو جو حضرت بوسعید رحمۃ اللہ علیہ (باطن میں) رکھتے ہیں یعنی تعلق مع اللہ کی دولت تلاش کرو۔

شعر ۶۰　قد بالائے کہ عشقش برفراشت　　درگزشت از کرسی وعرش مجید

ترجمہ و تشریح: حضرت بوسعیدؒ کے عشق حقیقی نے جو قد مرتبت اٹھایا تو اس کا سرا عرش و کرسی سے آگے بڑھ گیا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی شان یہ ہوتی ہے۔

جسم عارف برزمیں چو کوہ کاف　　روح او سیمرغ بس عالی طواف (رومی)

ترجمہ: ان کے جسم تو زمین پر مثل کوہ قاف ہیں اور ان کی روح حق تعالیٰ کا طواف کرتی ہوتی ہے۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں سے پار ہو جائے　　مگر جب روئے تاباں پر پڑے بیکار ہو جائے　اصغر

شعر۶۱　از مضیق جسم چوں یابی خلاص　بے تجدد عالمے یابی جدید

ترجمہ و تشریح: اس جسم سے جب خلاصی ہوگی تو ایک نیا عالم پاؤ گے جو بے کیف وکم ہوگا مراد عالم قرب حق ہے۔

شعر۶۲　ہے خمش کن عالم السر حاضر است　نحن اقرب گفت من حبل الورید

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں ارے خاموش رہو عالم سر تو عالم حاضر ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمادیا ہم تم سے تمہاری رگ و جاں سے قریب تر ہیں۔ پس یہ عالم غیب مغنی عالم شہادت بھی ہے۔

شعر۶۳　کیمیائے کیمیا ساز ست عشق　خاک را گنج معانی می کند

ترجمہ و تشریح: عشق حقیقی ایسا کیمیا ہے جو عاشق حق کو کیمیا ساز بنا دیتا ہے یعنی اس کی صحبت کی برکت سے کتنے رند بادہ خراب تائب ہوکر اولیاء اللہ بن جاتے ہیں اور عشق حق انسان خاکی کو معرفت کا خزانہ بنا دیتا ہے نیز درد محبت سے جو مضمون بیان کرتا ہے اس میں اثر ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

وہ درد محبت مخفی کرنا چاہے بھی تو اس کی خوشبو عالم میں اڑ کر رہتی ہے۔

کہیں ظاہر نہ کرے آہ مرا درد نہاں　عمر گزری ہے مری منت اخفاء کرتے　(اختر)

آہ سے راز چھپایا نہ گیا　منہ سے نکلی مرے مضطر ہوکر

چشم نم سے جو چھلک جاتے ہیں　ہیں فلک پر وہی اختر ہوکر

بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے خدائے پاک سے ذرہ درد دل مانگا تھا

ذرہ درد دل عطا را

ترجمہ: اے خدا عطار کو اپنی محبت کے درد کا ایک : رہ عطا فرما۔

☆☆☆

تصوف وطریقت میں شریعت کی اہمیت

از : مولانا قاضی سید شاہ اعظم صوفی قادری

الحمد لله وكفىٰ والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله و حبيبه سيدنا محمد ن المصطفىٰ وعلىٰ آله سفينة النجاة واصحابهنجوم الهدىٰ اما بعد فقال الله تعالىٰ فى الكتاب القديم والخطابالعظيم . اعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم

هوالذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آيته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمه(جمعه٢)

وہی (اللہ) جس نے اُمیوں میں ایک رسول بھیجا انھیں میں سے، جوان پر اسکی آیتوں کی تلاوت فرماتا ہے اور انھیں پاک فرماتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے"

اس کتاب میں حضور ختمی مرتب علیہ السلام والتحیہ کی بعثت مبارکہ کے جو مقاصد بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک تو قرآنی آیات کا تلاوت فرمانا اور دوسری ظاہری وباطنی طور پر پاک فرمانا، تیسرے کتاب وحکمت کا علم فرمانا۔ اس آیت شریفہ میں واقع لفظ یزکیھم میں یز کی بنا ہے تزکیہ سے جس کا مادہ ہے زکوٰۃ بمعنی پاک کرنا، صفائی پیدا کرنا یعنی جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک کرنا اور دلوں کو شرک وکفر وغیرہ گندے اخلاق اور عیوب سے صاف کرنا اور اسی تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کا دوسرا نام تصوف ہے، تصوف کو اختیار کرنے کا راستہ طریقت کہلاتا ہے اسی طرح یہاں یعلمهم الكتاب والحكمه" میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جو دین اسلام کا اولین سرچشمہ ہے اور حکمت سے مراد حدیث ہے (اشرف التفاسیر) تفقہ فی الدین کے لئے کتاب وحکمت دونوں لازمی ہیں بلکہ اسلامی قانون، قرآن وحدیث ہی سے عبارت ہے جس کو فقہ اسلامی یا شریعت کہتے ہیں۔

شریعت اور طریقت دونوں الفاظ قرآن میں بھی واقع ہوئے ہیں، لفظ شریعت بنا ہے شرع سے بمعنی چوڑا سیدھا راستہ اور اسلامی اصطلاح میں قانون الٰہی یا اسلام کا وہ شاہراہ عام (Highway) ہے جس پر ہر شخص آنکھ بند کر کے چل سکے۔

البتہ لفظ طریقت بنا ہے طریق سے بمعنی تنگ اور پیچیدہ راستہ مگر تصوف کی اصطلاح میں طریقت تزکیہ باطن کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو واقف کار کے سوا دوسرا طئے نہ کر سکے یا پھر صوفیوں کا وہ طریقہ ہے جس سے روحانی کمال حاصل ہو۔

تصوف طریقت اور شریعت کی اس اجمالی تشریح کے بعد واضح باد کہ سلوک تصوف طے کرنے کے تین ذریعے ہیں (۱) شریعت (۲) طریقت (۳) حقیقت۔ اور چونکہ انسان تین چیزوں یعنی نفس، قلب، اور روح کا مجموعہ ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک کو پاک بنانے کے لئے شریعت، قلب کو پاک کرنے کے لئے طریقت اور روح کو پاک کرنے کے لئے حقیقت کا راستہ بنایا گیا ہے۔

حضور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ تصوف و طریقت میں شریعت کو جو اہمیت اور اولیت حاصل ہے اس خصوص میں پہلے ارباب طریقت کے فرمودات و ارشادات اور مابعد ان مشائخ کرام کی جانب سے ان پر عمل فرمانے کے واقعات بمصداق ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش ہیں۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں:

حصول شریعت سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ حصول طریقت سے تصفیہ قلب ہوتا ہے اور حصول حقیقت کے لئے تجلیہ روح ہوتا ہے (خیر المجالس)

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی نے بھی وضاحت فرمائی کہ قرآن پاک اور حدیث شریف میں جو کچھ ہے اور جن باتوں پر علماء کا اجماع ہے وہ شریعت ہے۔ ان ہی اعمال کو تقویٰ اور احتیاط سے بجالانا طریقت ہے اور اعمال کی بدولت جو کوائف (احوال) حاصل ہوتے ہیں وہ حقیقت ہے، حضرت مولانا جلال الدین

رومیؒ تمثیلاً تصوف حقیقت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

جس نے طب پڑھی وہ شریعت ہے اور دوا استعمال کی وہ طریقت ہے اور مرض جاتا رہا یہ حقیقت ہے۔

''شریعت ظاہری احوال کے احکام کا نام ہے اور ان ہی احکام پر دلجمعی کے ساتھ عمل کرنا یہ طریقت ہے اور اس جمعیت و دل جمعی میں رسوخ و ملکہ (مہارت) پیدا ہو جانا اس مرتبہ کا نام حقیقت ہے۔(رشحات العیون)

حضور سرور کائنات ﷺ کے دور مبارک میں چونکہ ہر صحابی رسول بلاواسطہ آفتاب رسالت کی تمام تجلیوں سے روشنی حاصل کرتا تھا اس لئے ہر ایک جہاں علوم ظاہر و اعمال شریعت سے آراستہ تھا وہیں فیض صحبت نبوی کی بدولت تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کر کے علم باطن کی دولت سے مالا مال تھا، زمانہ نبوت سے تقریباً دو صدی بعد تبع تابعین کے دور میں جب دین اسلام دور دور تک وسعت اختیار کر گیا اور شرعی قوانین کے نفاذ کی ضرورت محسوس کی گئی تو ایک مقدس گروہ علوم شرعیہ کی تدوین و اشاعت میں مشغول ہو گیا، یہی علماء شریعت محدثین فقہاء مفسرین، اور متکلمین کے مبارک القاب سے مشہور ہوئے لیکن دوسری مقدس جماعت جنہوں نے علوم ظاہری کے بعد اپنی تمام تر توجہ اصلاح باطن و تزکیہ نفس پر رکھی جو معرفت الٰہی کا خاص الخاص ذریعہ ہے وہ ارباب طریقت مشائخ اور صوفیہ کے مقدس القاب سے معروف ہوئے۔ دراصل شریعت اور طریقت دونوں ایک ہی شجر نبوت کی دو شاخیں یا ایک ہی سر چشمہ نبوت کی دو نہریں ہیں اور ان کے مابین ایک مضبوط و مربوط اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جگہ جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے کہ:

طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہوئے دونوں شریعت کے خادم ہیں، لہٰذا ان دونوں کے حاصل کرنے سے شریعت ہی کی تکمیل مقصود ہے اور کوئی دوسری چیز نہیں۔

گویا شریعت ظاہر ہے تو طریقت اس کا باطن۔ شریعت پوست ہے تو طریقت اس کا مغز۔ شریعت جادہ ہے تو طریقت اس کی منزل۔ شریعت رنگ ہے تو طریقت اس کی خوشبو۔ شریعت آفتاب

ہے تو طریقت اس کی تابانی۔شریعت دریا ہے تو طریقت اس کی بینائی۔المختصر شریعت جسم ہے تو طریقت اس کی جان :

چانچہ حضرت خواجہ دکن بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ نے آخروٹ کی مثال دے کر شریعت و طریقت کے باہم تعلق کی یوں تفہیم فرمائی ہے۔

حقیقت وطریقت،شریعت کے خلاف اوراس کی ضد نہیں ہیں۔جاننا چاہئے کہ ہرایک دوسرے کا خلاصہ ہے اسی طرح جیسے آخروٹ اسکا مغز اور چھلکا دونوں مل کر ایک دوسری ہی شکل وصورت ظاہر کرتے ہیں لیکن چھلکا بھی مغز کے ساتھ آخروٹ کا حصہ ہی ہے جب تک کہ اس سے تیل نہ نکالا جائے۔اسی طرح تینوں (شریعت طریقت اور حقیقت) باہم ملے ہوئے اورایک دوسرے کا بہتر خلاصہ ہیں۔“

علمائے شریعت اخلاق ظاہری کے معلم ومبلغ ہوتے ہیں تو ارباب طریقت اخلاق باطنی سے آراستہ ہوکر شریعت کی مصلحتوں سے آگاہ کرتے ہیں۔گویا ظاہری اعضاء کو پاک کرنے کا طریقہ شریعت سے ملتا ہے اور باوطن کو صاف کرنے کا سلیقہ طریقت سے حاصل ہوتا ہے۔ ایمان کی دولت لازوال شریعت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اوراسی دولت ایمان کی حفاظت قرینہ طریقت سے نصیب ہوتا ہے خدا کے آگے سر جھکا دینا علمائے شریعت کا کام ہے تو دل کو جھکا دینا مشائخ طریقت کا اعجاز ہے۔شریعت کا درس ایک عرصہ ومدت میں ہی جا کر تکمیل کو پہنچتا ہے تو صاحبان طریقت کی صرف ایک نگاہ حقیقت آگاہ سے چند لمحوں میں ہی دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔

معرفت الٰہی اور فلاح دین ودنیا کے لئے شریعت اور طریقت دونوں علوم کی تحصیل ضروری ہے اور وارث الانبیاء ہونے کے لئے ان دونوں علوم کا جامع ہونا لازمی ہے کیونکہ یہ دونوں علوم ایک دوسرے کے بغیر خامی اور نقصان سے خالی نہیں چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت امام مالکؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ جو تصوف یعنی طریقت کے بغیر فقیہ بنا وہ فاسق ہوا اور جو فقہ یعنی شریعت کے بغیر صوفی بن بیٹھا وہ زندیق ہوا اور جو دونوں یعنی شریعت کا جامع ہوا وہ محقق ہوا۔

موجودہ زمانہ کا یہ المیہ ہے کہ آج کے اکثر علمائے شریعت ایسے ہیں جو تصوف وطریقت کی چاشنی سے بالکل نا آشنا ہیں اور جنھیں تصوف وطریقت کی چاٹ لگی وہ علم شریعت سے کورے ہیں۔ ورنہ متقدمین مشائخ طریقت نے جہاں خود کو علوم شریعت سے مزین کیا تو پھر کہیں سلوک طریقت کی تکمیل میں مجاہدات ومراقبات اوراذکار واشغال کے مراحل طے کئے اور جلیل القدر صوفیہ میں شمار ہوے اسی طرح بڑے بڑے علماء شریعت کو علوم طریقت کی کمی اور احتیاج محسوس ہوئی تو انہوں نے کسی نہ کسی مرد عارف اور شیخ کامل سے اکتساب فیض طریقت کیا اور اس کے بعد ہی وہ عظیم المرتبت ائمہ کے مقام پر فائز ہوئے مثلاً

شریعت کے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے طریقت کے امام حضرت جعفرؒ سے فیضان علمی حاصل کرنے کے بعد فخر وناز سے فرمایا، لو لا السنتان لھک النعمان" یعنی اگر امام جعفر صادقؒ کے حلقہ درس میں دو سال تک حاضری دے کر عرفانی فیوض و برکات حاصل کرنے کا اسے شرف نہ ملتا تو نعمان ہلاک ہوگیا ہوتا، اسی طرح شریعت کے دوسرے جلیل القدر امام حضرت امام شافعیؒ نے حضرت شیبان راعیؒ جیسے صوفی باصفا سے تصوف کا اکتساب فیض فرمایا تو امام احمد بن حنبلؒ اور یحیٰ معینؒ جیسے ماہر فقہ وشریعت، کو حضرت معروف کرخیؒ جیسے عظیم شیخ طریقت کے چشمہ فیض سے سیراب ہونا پڑا، امام فخر الدین رازیؒ جیسے رئیس المفسرین کو بوقت وصال حضرت نجم الدین کبریٰ جیسے مرد عارف فیضان تصرف نصیب ہوا۔ حضرت ابوالوفا افغانیؒ جسے جامعہ نظامیہ کے مفتی شریعت حضرت عبداللہ شاہ صاحبؒ جیسے صوفی صافیؒ کے آگے زانوئے ادب تہ کرنا پڑا۔ جامعہ از ہر مصر کے پروفیسر محمود میر غنی جیسے متبحر عالم شریعت کو والدی ومرشدی حضرت سید الصوفیہ مفتی سید شاہ احمد صوفی قادریؒ کے خرمن طریقت کی خوشہ چینی کرنی پڑی۔

ان سارے نفوس قدسیہ نے وطریقت میں اولین اہمیت شریعت ہی کو دی جو سلوک کی پہلی منزل ہے کیونکہ شریعت سے صرف نظر کر کے روحانی ترقی اور خدارسی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ دراصل شریعت ہی کھرے کھوٹے کی کسوٹی ہے گلستاں میں سعدی شیرازیؒ نے سچ کہا ہے

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز بر پے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

یعنی اے سعدی یہ محال ہے کہ کوئی شخص شریعت مصطفیٰ کی اتباع کے بغیر تصوف وطریقت کے راستے پر چل سکے۔ جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز (معرفت کی) منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اکابر طریقت نے شریعت ہی کو اپنی فلاح و کامیابی کی بنیاد اور اولین اساس قرار دی جن کی تعلیمات کا ماخذ وخلاصہ یہ ہے کہ تصوف وطریقت میں شریعت ہے تو سب کچھ ہے اور اگر شریعت ہی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی کتاب سر الاسرار میں ارشاد فرماتے ہیں ہمارا ظاہر شریعت کا پابند ہے ہمارا باطن معرفت (طریقت) کا پابند ہے تا کہ دونوں کے یکجا ہونے سے حقیقت حاصل ہو اور تنہا صرف علم ظاہر سے حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت شرف الدین یحیٰ منیریؒ فرماتے ہیں: شریعت کا تعلق ظاہری طہارت وتہذیب سے ہے طریقت کا تعلق تصفیہ قلب وباطن سے ہے۔ کپڑے اور جسم کو دھو کر ایسا پاک کرنا جس سے نماز درست ہو یہ شریعت ہے اور ہمیشہ باوضو رہنا طریقت کا تقاضا ہے۔ آگے فرماتے ہیں,, شریعت کے بغیر طریقت کا ارداہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر سیڑھی کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرے، یا پھر حج کے ارادہ سے جائے مگر کعبہ شریف کی مخالف سمت اختیار کرے تو سال ہا سال چلتا رہے تب بھی بیت اللہ شریف نہ پہنچ سکے۔ اسی طرح ابوالقاسم قشیریؒ اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں خدا کی بندگی کو لازم پکڑنا شریعت ہے اور اس کی ربوبیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے۔ لہذا جو شریعت؛ حقیقت کی تائید کے بغیر ہو وہ نامقبول ہے اور جس حقیقت کے ساتھ شریعت کی قید نہ ہو وہ لاحاصل ہے؛ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ اپنے خلیفہ کو ہدایت فرماتے

ہیں طریقت میں داخل ہونے والے سب لوگوں کو تاکید کریں کہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ اور باطن کو مولیٰ کے عشق سے پیراستہ کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں عقائد کو درست کرنے کے بعد ضروری ہے کہ جملہ ارکان کو بجالائے؛ گناہوں سے بچے؛ شریعت نے جن مفاسد کو ملعون قرار دیا ہے ان کا سدباب کرے اسی کا نام طاعت (شریعت) ہے جو درحقیقت تصوف اور احسان کی اصل جڑ ہے کہ اس کے طریقت اور سلوک کبھی درست ہو ہی نہیں سکتے (ہمعات) حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کا تو یہ ارشاد ہے اگر تم کسی مرد کو صاحب کرامات دیکھو یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو پھر بھی تم اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی میں احکام الٰہی کی پابندی اور شریعت کو ادا کرنے میں تم اس کو کیسا پاتے ہو۔

شیخ عطارؒ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قول نقل کیا ہے کہ

تصوف وطریقت کی یہ رہ وہی شخص پا سکتا ہے کہ جس کے دائیں ہاتھ میں قران پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ ہو اور دونوں کی روشنی میں وہ قدم بڑھاتا جائے تاکہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کے اندھروں میں پھنسے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ایک عظیم خلیفہ حضرت حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں۔

شریعت ابر ہے اور طریقت بارش، شریعت سے ظاہر سنورتے ہیں اور طریقت سے باوطن کو سنوارا جاتا ہے اس کے بعد مزید فرمایا شریعت بلا طریقت تو ممکن ہے لیکن طریقت بلا شریعت ناممکن۔ دوسرے الفاظ میں طریقت کے مردود کو شریعت میں پناہ مل جاتی ہے لیکن شریعت کے مردود کو کہیں بھی پناہ نہیں ملتی مشائخ طریقت کے نزدیک شریعت کی اہمیت صرف ان اقوال کی حد تک نہیں بلکہ ان اکابرین میں سے ہر ایک کی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی انکے ہر قول کی ترجمانی بھی کرتی ہے مثلاً طریقت کے امام الائمہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک شریعت

شریعت کی اس قدر راہمیت تھی کہ شریعت کے امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے شریعت ہی کے مسائل میں باز پرسی کرنے میں تنک کمی نہ فرمائی۔

۲ مشائخ طریقت نے شریعت کے چار ائمہ کرام میں سے کسی ایک امام کی اتباع وتقلید اختیار فرمائی اور اس مذہب کے احکام کے سختی سے پابند رہے مثلاً سلسلہ قادریہ کے سرخیل حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ جو حنبلی مذہب پر عامل تھے آپ کی ہر ادا شریعت ٹپکتی تھی فرض نمازوں کی بات تو الگ ہے نوافل کا یہ التزام تھا کہ ایک یا دو سال نہیں بلکہ چالیس سال تک مسلسل آپ نے عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی ہے اور ہر شب دو رکعت میں کامل ایک قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے (بہجۃ الاسرار) اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے شیوخ طریقت نے مذہب حنفی کی پوری پابندی فرمائی۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ نے اپنے ملفوظات میں خود کو واضح طور پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کا پیرو ظاہر فرمایا (جامع الکلم) اور حنفی ہونے پر ناز کرتے ہوئے امام اعظمؒ کی خوب مدح سرائی بھی فرمائی ہے (خاتمہ) مزید یہ کہ فرائض کے علاوہ حضرت خواجہ دکنؒ نماز تہجد، چاشت وغیرہ نوافل خود پابندی سے ادا فرماتے اور اپنے مرید کو بھی پابندی کی تلقین فرماتے۔ نیز اپنے پیر ومرشد کی ہدایت پر آپ نفل روزے بلکہ صوم داؤدی بھی رکھتے تھے

۳ حضرت خواقطب الدین بختیار کاکیؒ سماسننے کا بڑا شغف رکھتے۔ وصال سے چار روز قبل محفل سماع منعقد ہوئی جس میں جب قوال نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو حضرت بختیار کاکیؒ پر غیر معمولی وجد کی ایسی کیفیت طاری ہونے لگی کہ جس کے دوران آپ دس گز اوپر ہوا میں جست لگاتے اور پھر زمین پر وجد کی یہ کیفیت تین روز تک قائم رہی لیکن تین دنوں کے بعد یہ کیفت پیدا ہوئی کہ آپ کے جسم کے بال بال سے اللہ کے ذکر و تسبیح کی آواز آنے لگی اور خون کے قطرے گرنے لگے اس طرح کہ زمین پر گرنے والے خون کے ہر قطرہ سے "اللہ کا نقش

منقس نظر آنے لگا پھر چوتھے دن آپ کے ہر بال اور ہر رونگٹے سے سبحان اللہ کی آواز نکلنے لگی اور گرنے والے قطرات خون میں سبحان اللہ والحمد للہ کی تحریر نظر آنے لگی بالآخر خواجہ بختیار کاکیؒ کا یہ حال ہو گیا کہ اس شعر کے پہلے مصرع پر آپ ایسے بے جان گویا مردہ ہو جاتے جیسا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے لیکن جیسے ہی قوال دوسرا مصرع پڑھتا پھر آپ زندہ ہو کر اوپر جست لگانے کے بعد زمین پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے آخر کار سماع کا آغاز ہو کر پانچواں دن شروع ہوا تھا کہ قوال کو اشارہ کر کے دوسرا مصرع ہر زماں از عیب جان دیگر است'' مزید پڑھنے سے منع فرمادیا اور پہلا ہی مصرع یعنی کشتگان خنجر تسلیم را'' سنتے سنتے سماع کے دوران وجد ہی کی حالت میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال ہو گیا چار پانچ دن مسلسل سماع سننے اور حالت وجد میں رہنے کے باوجود حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ جانب سے شریعت کا پاس ولحاظ بھی خصوصی ذکر کے لائق ہے روزانہ جب بھی پنجوقتہ نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت ہو جاتا حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ وجد سے ہوش کی حالت میں آجاتے اور وقت پر نماز ادا فرمانے کے بعد پھر سماع میں محو ہو جایا کرتے ارباب طریقت کے نزدیک شریعت کا یہ ایک روشن ثبوت ہے۔

۴۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز قدس سرہ کسی مرید کی بیعت کے وقت جن الفاظ میں عہد لیتے تھے وہ خود شریعت کی غمازی کرتے ہیں چنانچہ بوقت بیعت اپنا دایاں ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھ کر آپ فرماتے ''اس ضعیف کے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور سلسلہ کے تمام مشائخ رضی اللہ عنہم اجمعین سے عہد کرو تم اپنی آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھو گے۔ شریعت پر عمل پیرا رہو گے۔ کیا تمھیں یہ عہد کرنا منظور ہے؟ تو مرید کہتا ہاں مجھے منظور ہے (جوامع الکلم)

۵۔ حضرت خواجہ بندہ از قدس سرہ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''خاتمہ'' میں شریعت کی پابندیوں سے متعلق کوئی (۳۴۳) ہدایات تحریر فرمائی ہیں جس کا آغاز ''آداب وضو'' سے ہوتا ہے جس میں ہمیشہ باوضو رہنے نیز ہر فرض نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کی تاکید فرمائی ہے آپ کی یہ کتاب خود اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ خواجہ دکنؒ نے اپنے سلوک طریقت میں

اتباع شریعت کو کیسی اساسی حیثیت اور اہمیت دے رکھی تھی۔

۶۔ ایک شخص حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بجائے داہنے قدم کے پہلے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ کر داخل ہونا چاہتا ہے تو آپ نے ملاقات کے بغیر اس کو یہ کہتے ہوئے واپس فرمایا کہ جس بے ادب کو خدا کے گھر میں داخل ہونے کے لئے شریعت کے آداب تک معلوم نہ ہوں اس کے ساتھ نشست وصحبت شایان نہیں۔

۷۔ حضرت بایزید بسطامی کو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب ولی اللہ ہیں جو کسی مسجد میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ ان کے مقام پر پہنچے اور بیٹھ کر ان کے حجرے سے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگے کچھ دیر بعد وہ صاحب حجرہ سے نکلے اور قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ حضرت بایزیدؒ وہیں سے واپس ہو گئے اور موصوف کو سلام تک نہیں کیا کہ یہ شخص جب آداب شریعت کے ایک ضابطہ کا پابند نہیں تو اسرار الٰہی کا یہ کیسے امانت دار ہو سکتا ہے۔

۸۔ یوں بھی ارباب تصوف وطریقت کی تقریباً سب خانقاہوں میں شریعت کی اہمیت اور پاسداری کی یہ بھی روشن علامت ہے کہ باجماعت نمازوں کی ادائی کیلئے کم از کم ایک مسجد ہوا کرتی ہے۔ درگاہ شریف اجمیر کی خانقاہ میں تو تین وسیع مساجد موجود ہیں۔ الحمدللہ حضرت سید مخدوم بندہ نواز قدس سرہ کے احاطہ درگاہ شریف میں بھی ایک کشادہ مسجد ہے۔ اس کے علاوہ حضرت تقدس مآب سجادہ صاحب مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی **دارالعلوم دینیہ** بھی قائم ہے جہاں شریعت سے متعلق علوم ظاہری کی معیاری تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور جہاں سے فارغ کئی طلبہ دین کی خدمت واشاعت کا کام مختلف مقامات پر انجام دے رہے ہیں۔

آج کے پرآشوب دور میں تصوف وطریقت کی تعلیمات کو نقصان پہنچانے میں چند مفادات

حاصلہ سرگرم ہیں جو کوئی غیر نہیں بلکہ اسلام ہی کے دعویدار ہیں اور اسلام کے نام پر اسلام کا اور تصوف کے نام پر تصوف کا استحصال کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کو اپنی شعبدہ بازیوں کے ذریعہ گمراہ کر رہے ہیں۔ بعض تو چار ابرد کا صفایا کر کے پیر طریقت ہونے کے دعویدار ہیں اور تمام احکام شریعہ کو پس پشت ڈال کر ہر فسق و فجور میں خود بھی مبتلا ہیں اور اپنے معتقدین و مریدین کو بھی ان خلاف شریعت سرگرمیوں کا مرتکب بنا کر پیر و مرید دونوں غضب جبار اور قہار کے سزاوار ٹھہرتے ہیں۔ قرآنی آیات کی من مانی تاویلات پیش کر کے نماز روزہ زکواۃ اور حج جیسے بنیادی قیود شرعیہ سے تک یہ کہہ کر چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں کہ میاں ہم تو اہل طریقت فقراء ہیں ہم کو بھلا شریعت کی پابندیوں سے کیا سروکار۔ قیام قعود اور رکوع وسجود سے بے نیاز ہم تو دل کی نماز پڑھا کرتے ہیں۔ دراصل ان جاہل مرشدین کو تصوف و طریقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایں ہمہ برائے اکل' کی دکانیں سجانے والے ایسے بہروپیوں کے بارے میں عارف عومی علیہ الرحمہ نے سچ فرمایا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہ ہر دستے نباید داد دست

کار شیطاں می کند نامش ولی　　گر ولی این است لعنت بر ولی

اصلی پیران طریقت اور اہل اللہ کی صاف علامت بموجب حدیث نبوی 'اذا رؤا ذکر اللہ، یعنی اللہ والوں کی صورت دیکھتے ہی اللہ یاد آجائے۔ اور خالق کردگار نے حکم دیا۔ وکونوا مع الصادقین (توبہ ۱۱۹) یعنی سچوں کی صحبت وسنگت اختیار کرو یعنی جھوٹوں اور مکاروں سے دور رہو۔ دعا ہے کہ رب العزت ہمیں سچوں کا ہمنشین بنائے اور ان کی صحبت کے فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد ن الرؤف الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

عبادت عبودیت عبودت

مولانا ڈاکٹر سید غوث علی سعید احمد حنبلی کامل جامعہ نظامیہ، ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی (عثمانیہ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اور فرمایا وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی يَاْتِيَکَ الْيَقِيْنَ ۔ان آیات مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے اکابرین امت نے عبادت کی کئی تعریفیں بیان کی ہیں جن کے منجملہ سب سے جامع تعریف یہ کہ خدا کی طرف خیال کو منتقل کرنے کا نام عبادت ہے۔یہ تعریف عبادت کے تمام انواع کا احاطہ کرتی ہے۔بعض صوفیہ نے عبادت کے سلسلہ میں تین درجہ بیان کئے ہیں: **۱۔عبادت ۲۔عبودیت** ۳۔عبودت۔لغوی اعتبار سے تو ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں مگر اصطلاح صوفیہ میں فرق ہے۔

۱۔عبادت:

ثواب کے حصول اور جنت کی طلب میں یا عذاب کے خوف اور دوزخ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے۔یہ درجہ تو بہت عام اور بے حد مشہور ہے۔اس کا محل بدن ہے۔اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی قائم ہیں۔

۲۔عبودیت۔

غلامی کا شرف اور عبدیت کی خلعت حاصل کرنا عبودیت کہلاتا ہے۔اس کا محل روح ہے کیوں کہ حکم پر راضی ہونے کا نام عبودیت ہے اور رضا وتسلیم کا تعلق روح سے ہے۔حضرت شیخ ابوالنصر سراج ؒ نے **كتاب اللمع فى التصوف** ۔میں لکھا ہے کہ عبودیت حریت کی ضد ہے۔بندے کو اپنے کو اور خدا کے درمیان ہونے والے احوال ومقامات میں آزاد لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ آزاد بندوں کی تو یہ عادت ہوتی ہے کہ جو کام کرتے ہیں اس کا معاوضہ طلب کرتے ہیں اور اس کا انتظار کرتے

رہتے ہیں۔مگر غلاموں کی عادت ایسی نہیں ہوتی۔غلام اپنے آقا کی طرف سے جس کام پر مامور ہو اس کے لئے نہ کوئی اجرت طلب کرتا ہے نہ انتظار' جب بھی اسے کسی شئے کی طلب دامن گیر ہو جائے تو گویا اس نے غلامی کی روش ترک کر دی۔اگر غلاموں کو آقا غلامی کے بدلے کچھ عطا کر دے تو یہ ان کے آقا کی مہربانی ہوگی نہ ان کا استحقاق۔

ہیں وظیفے اپنے گویا سرِ درصدائے سائل   نہ دیا گر اس نے ہم کو تو گلہ نہیں ہے زیبا   (الف۔ح)

ظاہری معنیٰ کے اعتبار کرتے تو تمام جن وانس اللہ کے بندے ہیں مگر حضرت ابونصر سراج تحریر فرماتے ہیں کہ حقیقت میں بندہ اس وقت تک عبد کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اسکا قلب ہر ماسوا سے آزاد نہ ہو جائے۔یہی وہ کیفت ہے جس پر فائز ہو کر بندہ حقیقت میں اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے عبد سے بڑھ کر کسی اچھے نام سے اپنے بندوں کو نہیں پکارا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ........ الخ   نبیء عبادی.......... الخ

واذکر عبدنا.......... الخ   وعباد حمن الذین یمشون .... الخ

سرورعالم ﷺ بھی تمام ناموں میں عبداللہ اوعبدالرحمٰن جیسے ناموں کو محبوب رکھتے ہیں عبادت اور عبودیت میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے عبودیت کو رسول اللہ ﷺ سے بھی منسوب فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ الخ اس آیت میں نبی اور امتی کے درمیان تعلق عبودیت کا اظہار کیا جا رہا ہے جب کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا **وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ لَا اِلٰهَ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** تمہارا معبود ایک ہے کہ بجز اس کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ **لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا** ۔اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو (یعنی کسی کی عبادت نہ کرو)۔

۳۔ عبودت : عبودت ایسی عبادت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی محض تعظیم واجلال اور حیا ومحبت کے سبب ہو

اور یہ درجہ سب سے بلند ہے۔اس کا محل سر ہے۔عبادت عبودیت دونوں کا تعلق مجاہدہ وریاضت سے ہے جن میں بندے کے کسب کو دخل ہے۔ **وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا** لیکن عبودیت محض عطائے الٰہی ہے۔ **یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔** میں بندے کے کسب کو دخل نہیں چنانچہ ابراہم علیہ السلام نے کہا **اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنَ۔** ہدایت تو اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے ہی دے رکھی تھی اس کے باوجود آپ نے فرمایا قریب ہے وہ مجھ کو ہدایت نصب فرمائے۔صوفیہ نے کہا کہ یہاں ہدایت سے درجہ عبودیت مراد ہے۔عبادت مجاہدہ ہے اور عبودت مشاہدے کا نام ہے۔ پس جس کو مرتبہ عبودت حاصل ہوگیا وہ رویت کے مقام پر پہنچ کر محبوب ہوگیا اور جس نے یہ مرتبہ حاصل نہ کیا وہ محبوب ہوگیا۔حدیث شریف **اَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ** ۔کے بعض صوفیہ نے دو ترجمے بتائے ہیں۔ظاہری ترجمہ یہ کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو (کم از کم یہ ضرور خیال رکھو کہ) وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ **اَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ** ۔اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔یہاں **کانک** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حکم صرف تصور کا ہے اور تصور ناممکن نہیں۔اس لئے اصل حکم تو یہی ہے کہ عبادت اسی تصور کے ساتھ کی جائے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔اور کوئی دوسرا راستہ نہیں حدیث کے نصف آخر میں اس کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ **اَنْ لَّمْ تَکُنْ** اگر تم نہ رہو یعنی اپنے وجود کو فنا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ **تراہ** تم اسے دیکھ لو گے۔پہلی تعلیم مجاہدہ کی ہے اور دوسری مشاہدہ کی **فَاِنَّہٗ یَرَاکَ:** کا حکم بتا رہا ہے کہ چاہے تم تصور کی منزل میں رہو چاہے مشاہدہ کا مقام حاصل کر و وہ تو تمھیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔اور اتنا خیال رکھنا تو بہر حال ضروری ہے۔

تو مجھے دیکھے نہ دیکھے میں تجھے دیکھا کروں

گناہوں پر خوشی اور تشہیر گناہ کی ممانعت

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (انعام)

چھوڑو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا۔(۱) جب کسی مقام پر فعل ممنوع (گناہ) کیا جائے اور حاضرین میں سے کوئی اسے برا خیال کرے تو وہ بمنزلہ غیر حاضر کے سمجھا جائے گا اور جو غیر حاضر شخص سن کر خوش ہو وہ بمنزلہ حاضر کے سمجھا جائے گا (ابوداؤد)

(۲) میری ساری امت عافیت میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو اپنے پوشیدہ گناہوں کو (فخریہ) ظاہر کرتے ہیں۔(بخاری و مسلم)

(۳) میری امت کے سب لوگ معاف کر دئے جائیں گے۔سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور علانیہ گناہ کرنا یہ ہے کہ آدمی آدھی رات کو کوئی گناہ کرے اور وہ چھپا ڈھکا ہو۔ پھر صبح خود ہی اس کا اعلان کر دے اور کہے کہ میں نے رات کو اس اس طرح کیا۔اللہ نے تو اس کو چھپا لیا تھا۔اس نے خود ہی اپنا پردہ فاش کیا (بخاری و مسلم)

فقیر کی حقیقی منزل

فقیر حقیقت میں بادشاہ ہوتا ہے، فقیری کوئی آسان کام نہیں، فقیر ہمیشہ دیدار الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے اور ماسویٰ اللہ سے بیزار رہتا ہے۔جب ہمیشہ تفکر کے ساتھ طاعت کی جائے تو وجود کامل اور قلب زندہ ہو جاتا ہے۔پھر ساتوں کی صورتیں الگ الگ پیدا ہوتی ہیں۔چنانچہ نفس، قلب، روح، سرّ، علم، اسم اللہ ذات، اور توفیق الٰہی جامع الجمعیت کی صورتیں الگ الگ نمودار ہوتی ہیں۔ان میں سے نفس و شیطان کی صورتوں کو سلطان الفقر دور کر دیتا ہے اور زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے لگتا ہے۔ارشاد نبویؐ ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه، من عرف نفسه بالفناء، فقدعرف ربه بالبقاء

''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، جس نے اپنے نفس کو فانی سمجھا اس نے اپنے رب کو باقی سمجھا''